

## افراط زر اور موجل ادائیگیوں پر اس کے اثرات کا فقہی جائزہ

### Inflation and Its Impacts on Deferred Payments: A Jurisprudential analysis

*Sharifullah M.Musa Kaleem*

*Teacher of Fiqh and Usool e Fiqh*

*Jamia Dar Ul Uloom, Baltistan, Ghuwari*

[azzamsharif4@gmail.com](mailto:azzamsharif4@gmail.com)

#### ABSTRACT:

This research paper studies inflation and its impacts on deferred payments. Qualitative method has been employed in this research. After brief literature review it reveals that If we review the effects of inflation on future debt from a Shariah perspective, the ancient jurists agree that in the event of a change in the value of *Thaman e Khalqi* (gold Dinar and silver Dirham), payment must be made in the same amount that is owed. But some jurists considered that the payment of value is obligatory in the event of changes in *Folus* (فلوس).

With regard to modern-day currencies, especially in the case of inflation, contemporary jurists have debated the rule of future debt, and many of them have emphasized the need to pay the same amount that is owed by debtor to avoid usury. On the other hand, some contemporaries argue that the value should be paid based on the price index. The third opinion of some contemporary jurists is that in the event of significant inflation that people do not neglect to do so, especially if it exceeds one third of the amount of future debt, it is fair to pay the value. Based on this view, some jurisprudential councils have issued *fatwas* in this regard. Researcher's inclination is towards ensuring equality in payments, and if any discrepancies occur, adjustments in payments are recommended only after the national shariah council's recommendation, with caution taken into consideration.

**Key words:** *ifrat-e-zar*(inflation), *moajjal Adaigi*(Deffered Payment), *misil*, *qimat*, *kasad*, *rukhas*, *paper money*, *zar-e- istilahi*, *zar-e-khalqi*

## تمہید:

اسلام کے ابتدائی ادوار میں کرنسی کا تعلق سونے اور چاندی سے تھا۔ یعنی سونے اور چاندی کے مخصوص مقدار اور پونٹ کے سکے دینار و درہم کی شکل میں رائج تھے۔ دینار سونے کا اور درہم چاندی کے ہوتے تھے۔ سونے اور چاندی کی قدر بڑھتی تو کرنسی (زر) کی قدر و قیمت بھی بڑھ جاتی اور جب ان کا معیار گھٹتا تو کرنسی کی قیمت بھی گھٹ جاتی۔ یہ صورت حال بہت ہی بعد تک رہی۔ موجودہ زمانے میں کرنسی کا تعلق سونا اور چاندی سے کٹ گیا ہے۔<sup>(1)</sup> اب صورت حال یہ ہے کہ کرنسی کی قدر (Value) کا معیار اشیاء (Goods/Commodities) اور خدمات (services) کی قیمتیں مقرر ہے۔ اب کرنسی کی قدر کا تعلق قوت خرید (Purchasing power) سے ہے۔ یعنی وہ قوت جس کی بدولت کرنسی اپنے عوض دوسری اشیاء و خدمات حاصل کر سکتی ہے۔ کرنسی بذات خود زیادہ اہمیت کا حامل نہیں ہوتی۔ اس کو اس لئے حاصل کیا جاتا ہے تاکہ اس کی مدد سے دوسری اشیاء اور خدمات حاصل کی جاسکے۔ اگر کرنسی کی مخصوص مقدار کے مقابلے میں زیادہ اشیاء یا سروس حاصل کرے تو کرنسی کی قدر زیادہ ہوگی اور اگر اس کے عوض میں کم اشیاء اور خدمات حاصل کرے تو کرنسی کی قدر کم ہوگی۔ مثال کے طور پر سال ۲۰۲۲ء میں ۲۵ کلو آٹا کی قیمت دو ہزار روپے جبکہ سال ۲۰۲۳ء میں اس کی قیمت تین ہزار روپے ہو جائے تو ہم کہیں گے کہ روپے کی قدر سال ۲۰۲۲ء میں زیادہ تھی جبکہ سال ۲۰۲۳ء میں کم ہو گئی ہے۔

اس طرح کرنسی کی قدر اور اشیاء و خدمات کی قیمتوں میں متضاد رشتہ ہے۔ جب قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے تو کرنسی کی قدر گھٹ جاتی ہے اور جب قیمتوں میں کمی ہوتی ہے تو کرنسی کی قدر میں اضافہ ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں کرنسی (زر) کی قدر (Value) اشیاء اور خدمات سے وابستہ ہو گئی ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کرنسی کی قدر اس کی قوت خرید (Purchasing power) پر منحصر ہے۔<sup>(2)</sup>

## کرنسی کی قدر میں تغیرات:

ماضی میں سونے اور چاندی کے مخصوص سکے دینار اور درہم کی شکل میں رائج تھے جو کہ اصل کرنسی تھی جن کو زر خلقی کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کے ساتھ حقیر اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے دیگر معدنی سکے فلوس کے نام سے رائج تھے جس کو النقود الاصطلاحیہ (زر اصطلاحی) کہا جاتا ہے۔

کرنسی کے ساتھ گزشتہ زمانوں میں بھی تغیرات واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے فقہاء نے اس بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ موجودہ زمانہ میں افراط زر کے اثرات کا جائزہ لینے کے لئے ان تغیرات کے بارے میں فقہاء کے آراء کا بھی تذکرہ ضروری ہے تاکہ معاملہ کو بہتر انداز میں سمجھنے میں مدد ملے۔

(1) سونے اور چاندی سے کرنسی کا تعلق ۱۹۷۱ء میں امریکی صدر نیکسن کے اعلان کے بعد سے مکمل طور پر ختم ہو گیا ہے۔ (المرزوقی، ذاکٹر ناصح بن ناصح

المرزوقی البقی، ضوابط النقد فی الاسلام" المجلة العلمية لقطاع کلیات التجارة جامعة ازهر' عدد ۱۳، جنوری ۲۰۱۵ء، ص: ۲۵۶)

(2) عثمانی، مفتی تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت (کراچی: ادارۃ المعارف)، ۱۰۸۔

## زر خلقی اور زراصلطلاحی میں تغیرات:

زر خلقی (دینار و درہم) اور زراصلطلاحی (فلوس) میں واقع ہونے والے تغیرات سے متعلق فقہاء نے فقہی احکامات بیان کئے ہیں۔ بنیادی طور پر ان میں تین طرح کے تغیرات واقع ہوتے تھے:

- **انقطاع:** لغوی معنی الگ ہونے کے ہیں<sup>(3)</sup> جبکہ فقہاء کے نزدیک اس کا مطلب ہے کہ عام شہر میں ایک مخصوص زر (کرنسی) دستیاب نہ ہوا اگرچہ صرافوں (Money Changers) اور گھروں میں موجود ہو۔ اس بارے میں علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں

"وَحَدُّ الْإِنْقِطَاعِ أَنْ لَا يُوجَدَ فِي السُّوقِ وَإِنْ وُجِدَ فِي يَدِ الصَّيَّارِفَةِ وَالْبُيُوتِ" <sup>(4)</sup>

(یعنی زر بازار میں دستیاب نہ ہوا اگرچہ صرافوں کے پاس اور لوگوں کے گھروں میں موجود ہو۔)

(اگر کوئی زر دیگر شہروں اور علاقوں میں دستیاب ہو لیکن متعالمین نے جہاں لین دین کیا ہے اس شہر میں معدوم ہو تو

اس صورت حال پر بھی فقہاء نے انقطاع کا اطلاق کیا ہے۔ علامہ خرنشی مالکی لکھتے ہیں)

"وَالْعِزَّةُ بِالْعَدَمِ فِي بَلَدِ الْمُعَامَلَةِ أَيْ فِي الْبَلَدِ الَّتِي تَعَامَلُ فِيهَا وَلَوْ وُجِدَتْ فِي غَيْرِهَا" <sup>(5)</sup>

(یعنی انقطاع میں زر کا معدوم ہونا اس وقت معتبر ہوگا جب وہ لین دین کرنے والوں نے جس شہر میں معاملہ کیا ہے

اس شہر میں موجود نہ ہوا اگرچہ دیگر شہروں میں موجود ہو۔)

- **کساد (Depression):** کساد کے معنی کھوٹے، بیکار اور کم تر ہونے کے ہیں۔ بے وقعت ہونے کی وجہ سے لوگ ایسی چیزوں میں رغبت نہیں رکھتے۔<sup>(6)</sup> فقہاء کے ہاں زر کے ساتھ تعامل ترک کرنے کا نام کساد ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں:

"وَالْكَسَادُ: أَنْ تُتْرَكَ الْمُعَامَلَةُ بِهَا فِي جَمِيعِ الْبِلَادِ" <sup>(7)</sup>

(یعنی کساد یہ ہے کہ زر کے ساتھ تمام شہروں میں معاملہ ترک کیا جائے۔)

کسی زر کے ساتھ لوگوں کا خود بخود تعامل ترک کرنا یا حکومت کی طرف سے اس کی ثمنیت ختم کر دینا وغیرہ وجوہات

کساد کا باعث ہو سکتے ہیں۔

<sup>(3)</sup> ابن فارس، أحمد بن فارس بن زكرياء القزويني الرازي، أبو الحسين (ت ٣٩٥ هـ) معجم مقاييس اللغة، (دار الفكر بيروت لبنان،

١٣٩٩ هـ) ماده (قطع): ١٠١/٥

<sup>(4)</sup> ابن عابدین، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي، رد المحتار على الدر المختار (مصر: شركة مكتبة ومطبعة

مصطفى البابي الحلبي وأولاده، طبع دوم ١٩٦٦ء)، ٥٣٣/٢۔

<sup>(5)</sup> الخرنشي، أبو عبد الله محمد بن عبد الله الخرنشي المالكي، شرح الخرنشي على مختصر خليل (مصر: لمطبعة الكبرى الأميرية بولاق،

طبع دوم، ١٣١٤ هـ)، ١٠١/٥۔

<sup>(6)</sup> ابن فارس، معجم مقاييس اللغة، (كسد)، ص: ١٨٠/٥۔

<sup>(7)</sup> ابن عابدین، رد المحتار على الدر المختار: شرح تنوير الأبصار (حاشية ابن عابدين)، ٥٣٣/٢۔

### انقطاع اور کساد میں فرق:

انقطاع کی صورت میں زر غائب اور معدوم ہو جاتا ہے جبکہ کساد میں زر باقی رہتا ہے لیکن لوگ اس کرنسی کے ساتھ تعامل ختم کر دیتے ہیں۔

لہذا کساد کی وجہ سے زر اصطلاحی کی ثمنیت ختم ہو جاتی ہے اور اس پر سلع (سامان) کا حکم لاگو ہو جاتا ہے۔

• الغلاء والرخص: اس کا مطلب واضح ہے۔ یعنی غلا سے مراد زر کی قدر و قیمت بڑھنا اور رخص سے مراد زر کی قدر گھٹ جانا ہے۔

### زر خلقی میں انقطاع کا حکم:

سونے چاندی کے زر (النقود الخلقية) میں معاملہ کرنے کے بعد ثمن، اجرت اور قرض وغیرہ وصول کرنے سے پہلے زر میں انقطاع واقع ہو جائے تو اس معاملہ پر کیا اثرات و نتائج مرتب ہوں گے؟

اس صورت میں امام ابو حنیفہ کے ایک قول کے مطابق معاملہ فاسد ہو جائے گا۔<sup>(8)</sup> معاملہ فاسد ہونے کے نتیجے میں بیع میں مشتری مبیع واپس کرنے اور اجارہ میں مستاجر پر اجرت مثل ادا کرنا لازم ہو گا۔ کیونکہ زر ختم ہونے کی وجہ سے لین دین کے ثمن میں تغیر واقع ہوا ہے اور ثمن اصل حالت میں باقی نہیں رہا اور عقد معاوضہ ثمن معلوم کے بغیر نہیں ہوتا، زر کے ختم ہونے کی وجہ سے ثمن مجہول ہو گیا، لہذا معاملہ فسخ ہو جائے گا۔

البتہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک معاملہ قرض ہونے کی صورت میں وہی زر اور عدد یعنی مثل واپس کرنا ہو گا جو قرض میں لیا گیا ہے اگرچہ اس کی تلاش میں مشکلات کا بھی سامنا ہو۔ علاوہ ابن نجیم اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"أَنَّ الْقَرْضَ إِعَارَةٌ وَمُوجِبٌ رَدِّ الْعَيْنِ مَعْنًى، وَذَلِكَ يَتَحَقَّقُ بِرَدِّ مِثْلِهِ وَالثَّمَنِ زِيَادَةً فِيهِ"<sup>(9)</sup>

(یعنی قرض عاریت ہے جس میں معنوی طور پر عین واپس کرنا ہوتا ہے۔ قرض میں لیے گئے زر کی مثل واپس کرنے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور ثمنیت زر کا ایک اضافی وصف ہے) جس کا انقطاع و کساد کی وجہ سے ختم ہونے سے قرض کی ادائیگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(8) ابن عابدین، تنبیہ الرقود علی مسائل النقود (اسطنبول: دار سعادت، ۱۹۰۷ء)، ۶۰۔

(9) ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، المعروف بابن نجیم المصري (ت ۹۷۰ھ) 'البحر الرائق شرح كنز الدقائق' (دار الكتاب

شافعیہ کے ایک قول کے مطابق انقطاع کی صورت میں مؤجل ادائیگیوں میں مثل واپس کرنا ہوگا کیونکہ اگر گندم میں بیج سلم کرنے کے بعد گندم کی قیمت میں کمی یا بیشی ہو جائے تو گندم ہی دینا ہوتا ہے اسی طرح صورت مذکور میں بھی عقد کے مطابق وہی زر واپس کرنا ضروری ہے۔ شافعیہ کے دوسرے قول کے مطابق زر میں انقطاع واقع ہونے کی صورت میں بائع کو بیع فسخ کرنے کا بھی اختیار ہوگا۔<sup>(10)</sup>

امام ابو حنیفہ کا دوسرا قول، صاحبین (مذہب میں مفتی بہ)، مالکیہ، شافعیہ (مذہب) اور حنابلہ کے نزدیک معاملہ فاسد نہیں ہوگا بلکہ ان فقہاء کے نزدیک مؤجل ادائیگیوں میں قیمت واجب ہوگی۔ البتہ اس بات پر ان کے مابین اختلاف ہے کہ کس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا؟

- ۱۔ پہلا قول: امام مالک کے نزدیک فیصلہ کے وقت زر منقطع کی قیمت واجب ہوگی۔
- ۲۔ دوسرا قول: امام شافعی کے نزدیک جس وقت بائع مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرے اس وقت کی قیمت واجب ہوگی۔ اگر بیع مؤجل ہے تو تاریخ ادائیگی کی قیمت لازم ہوگی۔
- ۳۔ تیسرا قول: حنابلہ اور امام محمد کے نزدیک یوم انقطاع کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ البتہ حنابلہ کے ہاں اگر مثلی ہے اور مثل دستیاب ہے تو مثل واجب ہوگی۔ کیونکہ انقطاع سے پہلے مشتری ثمن کی ادائیگی پر قادر تھا، ادائیگی سے عجز انقطاع کی وجہ سے آگیا لہذا قیمت کی ادائیگی میں وقت عجز کا اعتبار کیا جائے گا۔
- ۴۔ چوتھا قول: امام ابو یوسف کے نزدیک جس دن عقد ہوا تھا اسی دن کی قیمت واجب ہوگی۔ کیونکہ مشتری کے ذمہ جو ثمن واجب ہوا ہے، وہ عقد کی وجہ سے ہے لہذا قیمت میں بھی اسی وقت کا اعتبار کیا جائے گا۔<sup>(11)</sup>

زر خلقی میں کساد کا حکم:

(10) النووی، أبو زکریا محیی الدین یحیی بن شرف الدین، روضة الطالبین وعمدة المفتین (بیروت- دمشق- عمان، المکتب الاسلامی، طبع سوم ۱۹۹۱ء، ۳/۳۶۷۔

(11) ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، شرح تنویر الأبصار (حاشیہ ابن عابدین)، ۴/۵۳۳۔

الزرقانی، عبد الباقي بن یوسف بن أحمد الزرقانی المصري (ت ۱۰۹۹ھ)، شرح الزرقانی علی مختصر خلیل ومعه، الفتح الربانی فیما ذہل عنه الزرقانی (بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیة، طبع اول، ۲۰۰۲ء)، ۵/۱۰۷۔

البہوتی، منصور بن یونس بن إدريس البہوتی کشاف القناع عن متن الإقناع، مراجعہ وتعلیق ہلالض مصیلحی مصطفی ہلال (الریاض: مکتبة النصر الحدیثہ، بدون طبع وتاریخ)، ۳/۳۱۵۔

الرملی، شمس الدین محمد بن أبی العباس أحمد بن حمزة شہاب الدضین الرملي (ت ۱۰۰۴ھ) نہایة المحتاج إلی شرح المنہاج، (بیروت: دار الفکر، طبع ۱۹۸۴ء-۱۴۰۴ھ)، ۳/۱۱۲۔

السیوطی، عبد الرحمن بن ضائی بکر، جلال الدین السیوطی (ت ۹۱۱ھ) الحاوی للفتوی (بیروت، لبنان: دار الفکر للطباعة والنشر، طبع ۲۰۰۴ء)، ۱/۱۱۳، ۱۱۵۔

تنبیہ:- شافعیہ کے نزدیک جس زر میں انقطاع واقع ہوا ہے اس کا مثل موجود نہ ہونے کی صورت میں قیمت واجب ہوگی اگر مثل موجود ہو اور اس کی مارکیٹ میں قیمت بھی ہے تو اس کا مثل واجب ہوگا۔

سونے چاندی کے زر (النقود الخلقیة) میں لین دین کرنے کے بعد قبض سے پہلے اس زر میں کساد واقع ہو جائے تو اس پر کیا اثرات و نتائج مرتب ہوں گے؟ اس بارے میں فقہاء کے اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ پہلا قول: امام ابو حنیفہ کے نزدیک انقطاع اور کساد میں حکم کوئی فرق نہیں ہے۔ لہذا اگر تمام شہروں میں تعامل ترک ہو جائے تو معاملہ فسخ ہوگا، البتہ اگر بعض شہروں میں تعامل باقی ہو تو معاملہ فاسد نہیں ہوگا۔ بیع فاسد ہونے کی صورت میں مشتری بیع واپس کرے گا، بیع موجود نہ ہو اور وہ مثلی ہو تو مثل، ورنہ قیمت واپس کرے گا۔

۲۔ دوسرا قول: صاحبین اور حنابلہ کے نزدیک بیع فسخ نہیں ہوگی۔ البتہ بائع کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔ بیع فسخ نہ کرنے کی صورت میں مشتری کے ذمہ اس کی قیمت ادا کرنا واجب ہوگی۔ پھر قیمت کے تعین میں فقہاء کا اختلاف ہے:

(الف) امام ابو یوسف کے نزدیک وقت عقد کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ جیسے انقطاع کی صورت میں ہے۔

(ب) حنابلہ اور امام محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ یہی قول مذہب میں رائج ہے۔

فقہائے احناف کے نزدیک حکم کے اعتبار سے انقطاع اور کساد میں کوئی فرق نہیں ہے۔<sup>(12)</sup>

البتہ قرض کے معاملہ میں کساد کی صورت میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک مثل واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک قیمت واپس کرنا ضروری ہے اور قیمت کے تعین میں درج بالا وہی اختلاف ہے۔<sup>(13)</sup>

۳۔ تیسرا قول: مالکیہ کا مشہور اور شافعیہ کے نزدیک کساد کی صورت میں معاملہ قرض کا ہو یا بیع کا وہی زر وصول کرے گا جو بوقت عقد رائج تھا۔<sup>(14)</sup>

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فقہاء نے نقود خلقی میں انقطاع اور کساد کی صورت میں مؤجل ادائیگیوں میں معاملہ فسخ ہونے یا مثل ادا کرنے یا قیمت لازم قرار دی ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے ازالہ ضرر کی تدبیر کی ہے۔

البتہ جنہوں نے وہی زر (مثل) ادا کرنے کی بات کی ہے، ان کے پیش نظر دو چیزیں ہیں: ایک یہ کہ مثلیات میں اضافہ ربا کے زمرے میں آتا ہے اور دوسری بات یہ کہ چونکہ نقود خلقی کی اپنی ذاتی قدر ہے اور کساد یا انقطاع سے اس کی قیمت میں زیادہ فرق واقع نہیں ہوتا لہذا اسی کو لازم کرنے میں بھی ضرر کا پہلو نہیں ہے۔

**زر خلقی میں غلا اور خص کا حکم:**

<sup>(12)</sup> ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، ۵۳۳/۴، ۵۳۴، البہوتی، کشف القناع عن متن الإقناع، ۳۱۵/۳۔

<sup>(13)</sup> ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ۶/۲۱۹، الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۵/۲۴۲۔

<sup>(14)</sup> الدسوقي، محمد بن أحمد بن عرفة المالکي (ت ۱۲۳۰ھ)، حاشیة الدسوقي علی الشرح الكبير (بیروت دار الفکر، بدون طبع و تاریخ ۳۵/۳)۔

علیش، محمد علیش، منح الجلیل شرح مختصر خلیل، (بیروت: دار الفکر، طبع اول ۱۹۸۲ء-۱۴۰۲ھ)، ۵۳۱/۴۔  
النووی، أبو زکریا محیی الدین یحیی بن شرف النووی (ت ۶۷۶ھ)، روضة الطالبین وعمدة المفتین (بیروت، دمشق، عمان: المكتبة الإسلامية، طبع سوم ۱۴۲۱ھ-۱۹۹۱ء)، ۳۷/۴۔

نقد و خلتی یعنی دینار و درہم کی قیمت بڑھنے یا گھٹنے کی صورت میں مؤجل ادا نیگیوں پر کیا اثرات مرتب ہونگے؟ اس بارے میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ جو ذمہ میں ثابت ہے وہی ادا کرنا لازم ہوگا۔ کیونکہ زر خلقی مثلیات ہیں لہذا اس میں مثل ہی واجب ہوگا۔ نیز خلقی اثمان کی قدر بڑھنے یا گھٹنے سے اس کی ثمنیت معدوم نہیں ہوتی البتہ جو تغیر واقع ہوا ہے وہ لوگوں کی رغبات میں تبدیلی کی وجہ سے ہے جو کہ شرعاً غیر معتبر ہے۔<sup>(15)</sup>

### زر اصطلاحی میں تغیر:

فقہاء کے ہاں زر اصطلاحی سے مراد سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر زر ہیں جن کو لوگوں نے بطور ثمن قبول کیا ہے اور اس میں سونے چاندی کے غالب مغشوش سکے بھی شامل ہیں۔<sup>(16)</sup>

زر اصطلاحی پر بھی وہی تغیرات واقع ہوتے ہیں جو زر خلقی پر ہوتے ہیں لیکن دونوں کے مابین تغیرات میں فرق ہیں:

(الف) زر خلقی میں تغیر سے اس کی قیمت کلیہ ختم نہیں ہوتی جبکہ زر اصطلاحی میں قیمت کلی طور پر ختم ہو جاتی ہے۔

(ب) زر خلقی میں تغیرات زر اصطلاحی کے مقابلہ میں بہت کم واقع ہوتے ہیں جبکہ زر اصطلاحی کی قیمت اور ثمنیت میں تیزی سے تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں۔<sup>(17)</sup>

### زر اصطلاحی میں تغیرات کے احکام:

زر خلقی میں ہونے والے تغیرات زر اصطلاحی فلس اور غالب مغشوش دینار و درہم میں بھی واقع ہوتے ہیں۔ ذیل کے سطور میں ان تغیرات کا مختصر فقہی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

**انقطاع و کساد کا حکم:**

زر اصطلاحی میں انقطاع و کساد کی صورت میں فقہاء کے مابین وہی اختلاف ہے جو زر خلقی میں اختلاف تھا۔ لیکن بعض متاخرین احناف نے امام ابو حنیفہ کے اس صورت میں بیع فسخ ہونے کے قول کو بیع لازم نہ ہونے پر محمول کرتے ہوئے کہا ہے کہ بائع کے لئے عقد کو ختم کرنے یا جاری رکھنے کا اختیار ہوگا کیونکہ اس کو کساد کی وجہ سے ضرر لاحق ہوا ہے۔<sup>(18)</sup>

<sup>(15)</sup> السرخسی، محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي (ت ٤٨٣ هـ)، المبسوط، (بيروت، لبنان، بدون: مطبعة السعادة)، ٣٠/١٢، ابن عابدين، حاشية رد المحتار، على الدر المختار: شرح تنوير الأبصار، ٥٣٤/٢۔

ابن رشد، أبو الوليد محمد بن أحمد بن رشد (الجد) القرطبي (ت ٥٢٠ هـ)، البيان والتحصيل والشرح والتوجيه والتعليل لمسائل المستخرجة (بيروت، لبنان: دار الغرب الإسلامي، طبع دوم ١٢٠٨ هـ-١٩٨٨ء)، ٢٤٤/٦۔

<sup>(16)</sup> التمرتاشي، شمس الدين محمد بن عبد الله بن أحمد، الخطيب العمري التمرتاشي الغزي الحنفي (ت ١٠٠٤ هـ) 'بذل المجهود في تحرير أسئلة تغير النقود (فلسطين: جامعة القدس، طبع اول ١٢٢٢ هـ-٢٠٠١ء)، ٥٥، الموسوعة الفقهية الكويتية (الكويت: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، طبع دوم ١٢٢٤ هـ)، ١٤٦/٣١۔

<sup>(17)</sup> الموسوعة الفقهية الكويتية، ١٩٦/٢١، ١٩٥۔

<sup>(18)</sup> السرخسي، المبسوط، ٢٨/١٢، بن نجيم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ١٣٣/٦۔

البتہ قرض میں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک عددی طور پر مثل ادا کرنا لازم ہے۔<sup>(19)</sup> لیکن امام محمد کے نزدیک قرض کی صورت میں قیمت ادا کرنا لازم ہے۔<sup>(20)</sup>

زر اصطلاحی میں انقطاع و کساد کی صورت میں فقہاء کے اختلاف کا خلاصہ یہ ہے:

- ۱۔ پہلا قول: امام ابو یوسف (بیع میں)، محمد اور حنابلہ کے نزدیک قیمت ادا کرنا لازم ہے<sup>(21)</sup>۔ کیونکہ زر اصطلاحی کی ثمنیت زائل ہونے کے بعد اس کی قدر کلیۃً ختم ہو جاتی ہے، لہذا اس کی ادائیگی لازم قرار دینا مستحق پر ظلم ہے۔ اس لئے قیمت ادا کرنا واجب ہوگا۔<sup>(22)</sup>
- ۲۔ دوسرا قول: مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک جو ذمہ میں تھا وہی ادا کرنا ہوگا۔ کیونکہ فلوس مثلی ہے اور کساد کی وجہ سے اس میں مثلیت کا وصف ختم نہیں ہوتا لہذا تمام مثلیات کی طرح مثل ادا کرنا ہوگا۔<sup>(23)</sup>

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ فلوس کا مقصد عین نہیں ہے بلکہ اس کی مالیت ہے کساد کی وجہ سے اس کی مالیت ختم ہو گئی لہذا قیمت ادا کرنا لازم ہو جائے گا ورنہ مستحق پر ظلم واقع ہوگا۔<sup>(24)</sup>

- ۳۔ تیسرا قول: امام ابو حنیفہ کے نزدیک معاملہ فسخ ہو جائے گا، بیع میں بیع واپس کرے گا اور اجارہ میں اجرت مثل ادا کرنا ہوگا۔ البتہ مہر یا قرض اور اقالہ کی صورت میں مثل ادا کرنا لازمی ہوگا۔ کیونکہ قرض کی صورت میں قیمت ادا کرنے سے ربا النسئیہ ہوگا۔ (قرض کی صورت میں امام ابو یوسف کی بھی یہی رائے ہے)۔<sup>(25)</sup>

<sup>(19)</sup> جیسا کہ نقود خلقی کے بحث میں گزر چکا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے اس موقف کی وجہ یہ ہے کہ مثلی چیزوں کا قرض دینا عارہ ہے اسی طرح مثلی کو عاریت پر دینا قرض ہے۔ اور مثلی چیزوں کی قرض کی صورت میں معنوی طور پر عین کو واپس کرنا واجب ہے۔ مثلی چیزوں کے عارہ (قرض) میں ثمنیت ایک اضافی امر ہے۔ اور عارہ میں عین واپس کرنا ضروری ہے لیکن مثلی چیزوں کے قرض میں اصل خرچ کئے بغیر فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا لہذا ادائیگی کے وقت معنوی طور پر عین واپس کیا جائے گا جو کہ عددی مثل ہے۔ (ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ۶/۲۲۰۔)

<sup>(20)</sup> علامہ کاسانی لکھتے ہیں، ولو استقرض فلوسا نافقة، وقبضها فکسدت فعليه رد مثل ما قبض من الفلوس عددا في قول أبي حنيفة وأبي يوسف، وفي قول محمد عليه قيمتها، (الكاساني، بدائع الصنائع، ۵/۲۴۲)۔

<sup>(21)</sup> کساد کی صورت میں صاحبین کے نزدیک بائع کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوگا، اگر وہ بیع فسخ نہ کرے تو مشتری کو قیمت ادا کرنا لازم ہوگا۔ (الكاساني، بدائع الصنائع، ۵/۲۴۲)۔

<sup>(22)</sup> ابن عابدین، رد المحتار، ۵/۲۶۹، الكاساني، بدائع الصنائع، ۵/۲۴۲۔

<sup>(23)</sup> الخطاب، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن محمد بن عبد الرحمن الطرابلسي المغربي، المعروف بالخطاب الرُّعَيْنِي المَالِكِي (ت ۹۵۴ھ)، مواهب الجليل في شرح مختصر خليل (بيروت: دار الفكر، طبع سوم ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲ء)، ابن قاضي شهبة، بدر الدين أبو الفضل محمد بن أبي بكر الأسدي الشافعي ابن قاضي شهبة، (۷۹۸-۸۷۴ھ) بداية المحتاج في شرح المنهاج (جدة، سعودي عرب: دار المنهاج للنشر والتوزيع، طبع اول، ۱۴۳۲ھ-۲۰۱۱ء)، ۲/۱۲۸۔

<sup>(24)</sup> السرخسي، المبسوط، ۱۲/۲۹۔

<sup>(25)</sup> الكاساني، بدائع الصنائع، ۵/۲۴۲۔



اس استدلال کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ جب زر اصطلاحی میں انقطاع و کساد واقع ہو جائے تو اس کی قیمت سونا چاندی کی شکل میں ادا کیا جائے گا۔ اس صورت میں جنس تبدیل ہو جانے سے ربا کا پہلو ختم ہو گیا۔ پھر ربا اس وقت جاری ہوتا ہے جب زر بطور زر (کرنسی) رائج ہو۔ صورت مذکورہ میں زر اصطلاحی سلعہ (سامان) کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ لہذا اس کی قیمت ادا کرنا ہو گا۔

### غلاور خص کا حکم:

- زر اصطلاحی میں غلاور خص کی صورت میں مؤجل ادا نیکیوں پر کیا اثرات مرتب ہو گئے اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے:
- ۱۔ پہلا قول: امام ابو یوسف (مفتی بہ قول) اور ابن تیمیہ کی رائے میں قیمت ادا کرنا واجب ہو گا۔ مالکیہ میں سے الرہونی بھی اس رائے کے قائل ہیں بشرطیکہ بہت زیادہ تغیر واقع ہو جائے۔<sup>(26)</sup>
  - ۲۔ دوسرا قول: امام ابو حنیفہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی رائے میں تغیرات کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ جس زر میں عقد ہوا ہے اسی زر میں ادا نیگی ضروری ہے۔<sup>(27)</sup>

### دلائل:

#### قول اول کے دلائل درج ذیل ہیں:

- ۱۔ زر اصطلاحی میں رخص واقع ہونا عیب ہے۔ اس کی قبولیت قوت خرید کی وجہ سے ہے۔ قدر میں کمی کی وجہ سے قبولیت کا وصف فوت ہو جاتا ہے۔ اب اس میں عیب واقع ہونے کے باوجود دائن کو وہی چیز وصول کرنا لازم قرار دینا ظلم پر مبنی ہے اور عدل وانصاف کے منافی ہے۔
- ۲۔ قیمت میں نقص واقع ہونے سے متماثل باقی نہیں رہتا اس کے باوجود عددی مثل لازم قرار دینے سے دائن پر ضرر واقع ہو گا۔

(26) ابن عابدین، محمد أمین افتندی الشہیر بابن عابدین، ت ۱۲۵۲ هـ، تنبیہ الرقود علی مسائل النقود، (اسطنبول: سعادت، ۱۳۲۵-۱۹۰۷ م)، ۶۲۔

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ، علی قول أبي يوسف المفتی به لا فرق بین الکساد والانقطاع والرخص والغلاء في أنه تجب قيمتها يوم وقع البيع أو القرض لا مثلها، ابن عابدین، رد المحتار، ۴/۵۳۳۔

قاسم، عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، الدرر السنية في الأجوبة النجدية، (قاهره: المطبعة السلفية، طبع ششم ۱۹۹۶ء)، ۶/۲۰۸، (قاهره: البهوتي، منصور البهوتي، منح الشفا الشافيات في شرح المفردات، ۱۳۴۲ھ) ۱۷۰۔

الريونى، محمد بن أحمد بن محمد بن يوسف الريونى المالكي المغربى، (ت ۱۲۳۰ هـ)، حاشية الامام الريونى علي شرح الزرقانى لمختصر خليل، (مصر: مطبعة الأميرية بولاق، ۱۳۰۶ھ)، ۵/۱۱۸-۱۲۱۔

(27) محمد عليش، منح الجليل شرح مختصر خليل، (بيروت: دار الفكر، طبع اول ۱۹۸۴ء)، ۴/۵۳۱، السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (ت ۹۱۱ هـ)، الحاوي للفتوي (بيروت، لبنان: دار الفكر للطباعة والنشر، طبع ۱۴۲۴ هـ، ۲۰۰۳ء)، ۱۱۶/116 ابن قدامه، موفق الدين أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة المقدسي الجماعيلي الدمشقي الصالحي الحنبلي، (ت ۵۴۱ - ۶۲۰ هـ) المحقق: الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي، الدكتور عبد الفتاح محمد الحلو، المغني، (الرياض، سعودي عرب: دار عالم الكتب للطباعة والنشر والتوزيع، طبع سوم، ۱۹۹۷ء-۱۴۱۷ھ)، ۶/۴۴۲۔

۳۔ قیاس: زر اصطلاحی میں کساد واقع ہو جائے تو قیمت لازم ہوتی ہے لہذا رخص کی صورت میں بھی یہی حکم ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں زر کی قیمت میں نقص واقع ہو جاتا ہے۔<sup>(28)</sup>

### دوسرے قول کے دلائل درج ذیل ہیں:

- ۱۔ غلاور رخص سے زر اصطلاحی کی ثمنیت ختم نہیں ہو جاتی لہذا وہی زر واجب ہو گا۔  
اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قدر میں کمی سے ثمنیت ختم نہیں ہوتی لیکن اس میں نقص پیدا کر دیتے ہیں اور لوگوں کے اعتماد میں کمی واقع ہو جاتا ہے اور قبولیت کم ہو جاتی ہے جو کہ عیب ہے جس کی بنیاد بر قیمت واجب ہو جائے گی۔
  - ۲۔ زر اصطلاحی کی قدر میں کمی بیشی سے اس کی مثلث کا وصف ختم نہیں ہوتا لہذا مثل لازم ہے۔  
اس پر یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ زر اصطلاحی سے اصل مقصد اس کا عین نہیں ہے بلکہ اس کی مالیت اور ثمنیت ہے۔ قدر میں کمی کی صورت میں اس کی معنوی مثلث کمزور ہو جاتی ہے صرف صوری مثلث باقی رہتی ہے۔ لہذا مثل ادا کرنے سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے مکمل ادا کی ہے کیونکہ معنوی مثلث مفقود ہے۔
  - ۳۔ زر اصطلاحی میں تغیر کی صورت میں قیمت ادا کرنا واجب قرار دینے سے ربا کا دروازہ کھلتا ہے۔ کیونکہ اس میں قرض کے عوض کی ادائیگی میں اضافہ دیا جائے گا۔  
اس پر یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ حرمت ربا کی علت ظلم اور اکل المال بالباطل ہے۔ ربا میں دائن جو اضافہ وصول کرتا ہے وہ بلا عوض ہے جبکہ زر اصطلاحی میں کمی کی صورت میں قیمت وصول کرنا س قبیل سے نہیں ہے کیونکہ یہاں دائن اپنے اصل زر میں واقع ہونے والے نقص کی قیمت وصول کرتا ہے۔ لہذا اس میں ظلم نہیں ہے۔ ظلم اس وقت ہو گا جب بلا مقابل اضافہ وصول کرے۔
  - ۱۔ زر اصطلاحی میں تغیر سے ذمہ میں جو ثابت ہے اس میں تغیر لازم نہیں آتا جیسے کسی کے ذمہ گندم واجب پھر گندم کی قدر میں کمی بیشی ہو جائے تو وہی مقدار واجب ہو گی۔
- اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ زر اصطلاحی مال کے لئے ایک معیار ہے اور وہ بذات خود مقصود نہیں ہے جبکہ گندم قوت ہے اور مقصود لذتہ ہے اس لئے قدر میں تغیر اس میں مؤثر نہیں ہو گا۔ جبکہ زر اصطلاحی میں رخص ایک مؤثر عیب ہے۔<sup>(29)</sup>

<sup>(28)</sup> النشیمی، ڈاکٹر عجل جاسم النشیمی، تغیر قیمت العملة في الفقه الاسلامي، (مجلة مجمع الفقه الاسلامي، الدورة الخامسة لمؤتمر مجمع الفقه الاسلامي، العدد الخامس، الجزء الثالث، ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۸ء)، ۵/۱۲۶۲-۱۲۶۳۔ المنيع، عبدالله بن سليمان المنيع، بحوث وفتاوى في الاقتصاد الاسلامي، (رياض: دارالعالم الكتب للطباعة والنشر والتوزيع، طبع ۱۴۳۷ھ)، ۱/۱۸۳، ۱۸۳، الجاسر، سلطان بن محمد الجاسر (رياض: رسالة ماجستير جامعه الامام محمد بن سعود الاسلاميه، ۱۴۲۹ھ)، الاوراق النقدية دراسه فقهيه، ۱۲۵-۱۲۸۔  
<sup>(29)</sup> الكاساني، بدائع الصنائع، ۵/۲۴۲، السرخسي، المبسوط، ۱۴/۲۹-۳۲، حاشية الرهوني، ۵/۱۲۱، النشیمی، تغیر قیمت العملة في الفقه الاسلامي (مجلة مجمع الفقه الاسلامي، الدورة الخامسة لمؤتمر مجمع الفقه الاسلامي، العدد الخامس، الجزء الثالث، ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۸ء)، ۵/۱۶۶۲۔

درج بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات ظاہر اور اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے کہ زرا اصطلاحی میں بہت زیادہ تغیر واقع ہو جائے تو قیمت لازم ہوگی۔ کیونکہ رخص کی صورت میں اس میں عیب واقع ہوئی ہے اور معنوی مثلثیت کا وصف کمزور ہو گیا ہے۔ نیز فقہاء نے ضرر کے ازالہ کے لئے خیار عیب اور خیار غبن جیسے خیارات ثابت کئے ہیں۔ خیار عیب مبیع میں عیب کی بنیاد پر اور خیار غبن ثمن میں نقص کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

### پیپر کرنسی میں تغیرات:

موجودہ دور کی پیپر کرنسی میں بھی سابقہ نقد کی طرح تغیرات رونما ہوتے ہیں جن میں الغلاء والرخص کے بارے میں درج ذیل سطور میں گفتگو ہوگی جس کو افراط زر اور تفریط زر کہا جاتا ہے۔

• **افراط زر (Inflation):** افراط زر کے مفہوم و معنی کے بارے میں معیشت دانوں میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اس کو دور جدید کے معیشت دانوں نے متعارف کرایا ہے۔ ان کے خیال میں اس سے مراد (هو ارتفاع مطرد في المستوى العام للأسعار)<sup>(30)</sup> یعنی عمومی سطح پر قیمتوں کا مسلسل اضافہ افراط زر ہے۔

اس تعریف کی روشنی میں افراط زر اس صورتحال کو کہا جاتا ہے جس میں عمومی طور پر ہر قسم کے اشیاء اور خدمات کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہو جائے۔ اگر وقتی طور پر یا بعض اشیاء و خدمات کی قیمتوں میں اضافہ ہو جائے تو اسے افراط زر نہیں کہا جاتا۔ بعض نے اس کی تعریف میں کہا ہے کہ: (هو الزيادة الملموسة في كمية النقود)<sup>(31)</sup> یعنی زر کی مقدار میں واضح اضافہ ہونا افراط زر کہلاتا ہے۔

اس تعریف میں زر کی بہتات اور افراط زر کے تعلق کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی زر کی مقدار میں حد سے زیادہ اضافہ سے اشیاء و خدمات کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ موجودہ دور کے معیشت دان محض زر کے رسد میں اضافہ کو افراط زر کا سبب قرار نہیں دیتے لیکن اسے کئی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ تصور کرتے ہیں۔

### افراط زر کی خصوصیات:

افراط زر کی تین خصوصیات ہیں جن پر معیشت دان متفق ہیں:

- ۱۔ قیمتوں میں اضافہ: افراط زر کے نتیجے میں اشیاء و خدمات کی قیمتوں میں لازمی طور پر اضافہ ہوتا ہے۔
- ۲۔ زر کے رسد میں اضافہ: جب قومی وسائل حکومت کی مالیاتی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں تو حکومت بنکوں، دیگر مالیاتی اداروں اور سرکاری کفالتوں یا بانڈز کی ضمانت پر قرضے حاصل کر کے مالیاتی معاملات کو چلاتی ہے۔ حکومت کے اس اقدام سے زرا اعتباری (Credit Money) میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

المنیع، بحوث و فتاویٰ فی الاقتصاد الاسلامی، ۱/۱۸۲، ۱۸۳۔ الجاسر، الاوراق النقدية دراسه فقہیہ، ۲۲۵-۲۲۸۔

(30) میک، ڈاکٹر عبدالعزیز، موسوعة المصطلحات الاقتصادية و الإحصائية، (لبنان: دار النهضة العربية، طبع دوم ۱۴۰۶ھ)، ۶۷۳۔

(31) الروبی، د۔ نبیل، نظرية التضخم، (مؤسسة الثقافة الجامعية، الاسكندرية، طبع دوم)، ۱۲۔

۳۔ اپنی تقویت کا خود باعث بنتا ہے: افراط زر کا چکر جب ایک دفعہ شروع ہو جاتا ہے، تو پھر خود بخود مضبوط سے مضبوط تر اور شدید سے شدید تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

### افراط زر کی قسمیں:

ماہرین معاشیات افراط زر کی مختلف نوعیت کے اعتبار سے مختلف قسمیں بیان کرتے ہیں۔

### شدت کے اعتبار افراط زر کی چند مشہور قسمیں ذکر کی جاتی ہیں:

- ۱۔ رینگتا ہوا افراط زر (creeping inflation): یہ عمومی طور پر بہت معمولی نوعیت کا تسلسل کے ساتھ قیمتوں میں اضافہ ہے۔ جس میں 3% سالانہ کے حساب سے قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اثر کے لحاظ سے افراط زر کی یہ سب سے سست رفتار قسم ہے۔ اس لئے معیشت کے لئے زیادہ خطرہ ناک تصور نہیں کیا جاتا۔
- ۲۔ اچھلتا ہوا افراط زر (Trotting Inflation): عموماً 3% سے 10% سالانہ قیمتوں میں اضافہ کو کہا جاتا ہے۔
- ۳۔ تیز رفتار افراط زر (Running Inflation): قیمتوں میں سالانہ 10% اضافے کو کہتے ہیں۔
- ۴۔ شدید افراط زر (Hyper Inflation): اس میں ہر ماہ قیمتوں میں 30% تا 50% کے حساب سے اضافہ ہوتے ہیں۔ اور کبھی ماہانہ قیمتوں میں اضافہ 50%، کبھی 100%، کبھی اس سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے جیسے کہ 1995 میں برازیل میں 50% اور 2008 تک پہنچ گیا تھا۔ اس طرح کی صورت حال میں معیشت بری طرح تباہ ہو جاتی ہے، کرنسی کی حیثیت ختم جاتی ہے۔
- ۵۔ رکودی افراط زر (Stagflation): جب معیشت گرم بازاری کے بعد مراجعت (Recession) اور افراط زر کے اثرات سے بیک وقت دوچار ہوتی ہے، تو اسے رکودی افراط زر کہتے ہیں، اس میں ایک طرف پیداوار میں جمود کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور دوسری طرف قیمتوں میں اضافہ شروع ہو جاتا ہے۔ اپنے اثرات کے لحاظ سے یہ سب سے خطرناک قسم ہے۔ پہلے دو قسم کے افراط زر کو بعض ماہرین معاشیات کوئی خطرہ نہیں سمجھتے بلکہ معیشت کے لئے بہتر سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ معاشی ترقی کا محرک ہے۔

### توقع کے اعتبار سے افراط زر کی دو قسمیں ہیں:

- ۱۔ متوقع افراط زر: عمومی طور پر اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ماہرین کے بتائے ہوئے نسبت کے مطابق یا اس سے کم ہو تو یہ متوقع افراط زر ہے۔ ماہرین معاشیات موجودہ معاشی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے مستقبل میں متوقع افراط زر کے بارے میں آگاہ کر دیتے ہیں جس سے افراط زر کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کو کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔
- ۲۔ غیر متوقع افراط زر: عمومی طور پر توقع کے برخلاف اچانک اشیاء و خدمات کی قیمتوں میں اضافہ ہو جائے تو یہ غیر متوقع افراط زر کہلاتا ہے۔

اکثر افراط زر کی نوعیت اس قسم کی ہوتی ہے کیونکہ افراط زر واقع ہونے کے متعلق چانچنا مختلف عوامل کی وجہ سے مشکل کام ہوتا ہے۔ متوقع افراط زر کا اندازہ سابقہ یا مستقبل کے معاشی حالات کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ ان دونوں میں اشکال موجود ہے کیونکہ ماضی کے حالات و عوامل ہمیشہ وہی نہیں رہتے جس سے معاملہ مختلف ہو جاتا ہے جبکہ مستقبل کے عوامل محض اندازہ ہے جو کہ تبدیل ہو سکتا ہے اور کبھی ایسے حالات کا سامنا ہو جاتا ہے جو کسی کے وہم و گمان میں نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے ماہرین معاشیات مختصر میعاد (short Term) توقعات کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ غلطی کا امکان کم سے کم رہے۔

### قدر زر میں تغیرات پیدا کرنے والے عوامل:

- ۱۔ زر کی قدر میں تبدیلی کے کئی اسباب ہیں۔ جن میں سے چند ایک مختصر بیان کیا جاتا ہے:
- ۲۔ زر کی مقدار: اگر زر کی مقدار بڑھ جائے تو اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور کرنسی کی قدر کم ہو جاتی ہے۔
- ۳۔ پیداوار کی مقدار: اگر ملک میں زرعی یا صنعتی پیداوار کی مقدار بڑھ جائے تو اُن اشیاء کی قیمتیں گر جاتی ہیں اور کرنسی کی قدر بڑھ جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر اشیاء کی مقدار کم ہو جائے تو اُن اشیاء کی قیمتیں چڑھ جاتی ہیں اور کرنسی کی قیمت گر جاتی ہے۔
- ۴۔ زر کی گردش کی رفتار: اگر زر کی گردش کی رفتار تیز ہو جائے تو زر کی اکائی پہلے سے زیادہ مرتبہ اشیاء خریدنے کے لئے استعمال ہوگی جس سے قیمتیں چڑھ جاتی ہیں اور زر کی قدر کم ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس جب سرمد بازاری کے دوران زر کی گردش کی رفتار سست پڑ جاتی ہے تو قیمتیں گر جاتی ہیں اور زر کی قدر بڑھ جاتی ہے کیونکہ لوگ کرنسی خرچ کرنے کے بجائے اپنے پاس رکھنا پسند کرتے ہیں۔
- ۵۔ آبادی کی تعداد: اگر آبادی بڑھ جائے لیکن اشیاء کی پیداوار جوں کی توں رہی تو طلب بڑھ جاتی ہے جس کے نتیجے میں قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اور زر کی قدر کم ہو جاتی ہے۔
- ۶۔ طلب میں کمی بیشی: بعض اوقات غیر متوقع ہنگامی صورتحال مثلاً جنگ وغیرہ کے باعث اشیاء کی مانگ بڑھ جاتی ہے اور قیمتوں کی سطح بلند ہو جاتی ہے اور زر کی قدر گھٹ جاتی ہے۔
- ۷۔ سرکاری بجٹ: اگر کسی سال حکومت کی متوقع آمدنی اس کے اخراجات سے کم ہو جائے تو مرکزی بینک سے قرض لے کر خسارہ پورا کرتی ہے جس کے باعث افراط زر رونما ہو جاتا ہے اور اشیاء کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔
- ۸۔ بیرونی تجارت: اگر کسی ملک کی بیرونی ادائیگیوں کا توازن خراب ہو جائے یعنی برآمدات کم اور درآمدات زیادہ ہوں تو ملک کے اندر بھی زر کی قیمت گھٹ جاتی ہے۔ کیونکہ بیرونی مصنوعات کی ادائیگی غیر ملکی کرنسی میں کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس مقصد کے لئے مطلوبہ کرنسی خریدنا پڑتا ہے جس کے نتیجے میں ملکی کرنسی کی طلب کم ہو جاتی ہے جبکہ غیر ملکی کرنسی کی طلب بڑھ جاتی ہے۔ طلب و رسد کی اس تبدیلی کی وجہ سے ملکی کرنسی کی شرح تبادلہ (exchange rate) کم ہو ہو جاتی ہے۔ یعنی ملکی کرنسی کی قیمت گر جاتی ہے۔

۸۔ **محصولات:** اگر حکومت درآمد ہونے والی اشیاء پر بھاری محصول لگا دے تو ان اشیاء کی قیمت بڑھ جاتی اور زر کی قدر گھٹ جاتی ہے۔<sup>(32)</sup>

### • تفریط زر (Deflation):

افراط زر کے برعکس صورتحال کا نام تفریط زر ہے۔ تفریط زر کی صورت میں قیمتیں گر رہی ہوتی ہیں اور کرنسی کی قدر بڑھ رہی ہوتی ہے۔ تفریط زر اس وقت ہوتی ہے جب زر کی رسد میں کمی کی وجہ سے اشیاء و خدمات کی پیداوار کے مقابلہ میں قیمتوں میں زیادہ کمی ہو رہی ہوتی ہیں۔ اس حالت میں معاشی سرگرمیاں کم ہو جاتی ہیں جس سے بے روزگاری بڑھ جاتی ہے اور پیداواری سرگرمیاں بھی کمزور پڑھ جاتی ہیں۔<sup>(33)</sup>

ذیل کے سطور میں فقہاء کی آراء کی روشنی میں ان کے احکام اور مؤجل ادائیگیوں پر ان کے اثرات ذکر کئے جائیں گے۔

### قدر زر کے تغیرات کے اثر و نتائج:

قدر زر کے تغیر سے تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں پر ایک جیسا اثر مرتب نہیں ہوتا بلکہ کسی طبقہ پر اچھا اور کسی طبقہ پر برا اثر مرتب ہوتا ہے۔ ذیل سطور میں ان اثر و نتائج کا مختصر جائزہ پیش کیا جائے گا۔

### قرضوں پر اثر:

افراط زر سے متاثر ہونے والا طبقہ قرض دہندہ گان (Creditors) ہیں۔ جب قیمتیں چڑھ جاتی ہیں تو جنہوں نے قرض دے رکھا ہے ان کو نقصان ہوتا ہے کیونکہ انہیں اپنا قرض واپس ملتا ہے تو اس کی قدر پہلے سے گر چکی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس تفریط زر میں قرض دہندہ کا فائدہ ہوگا کیونکہ اس کی طرف سے قرض دی ہوئی رقم کی قوت خرید میں اضافہ ہوا ہوتا ہے۔

### اجرتوں پر اثر:

افراط زر سے مختلف فیکٹریوں کے مزدوروں کا طبقہ متاثر ہو جاتا ہے۔ افراط زر کے نتیجے میں اشیاء کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں لیکن ان کو اجرت وہی ملتی ہے جو پہلے سے چلی آرہی ہے۔ اس سے اس طبقہ کا نقصان ہوتا ہے۔

### دیگر امور پر اثر:

قدر زر میں تغیرات سے صنعتوں اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد بھی متاثر ہوتے ہیں۔

(32) المصلح، خالد بن عبد اللہ، التصحیح النقدي فی الفقہ الاسلامی، (www.almosleh.com)، ص: 82 وما بعدہا، ڈاکٹر مولانا عصمت اللہ، مسئلہ زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے، (ادارۃ المعارف کراچی ۱۲، طبع ستمبر ۲۰۰۹) ص: ۲۹۶ وما بعدہا، الوزنی، ڈاکٹر خالد، والرفاعی، ڈاکٹر احمد، مبادئ الاقتصاد الکلی بین النظرية والتطبيق، (دار وائل للنشر طبع سوم ۱۹۹۹ء)، ۲۵۶، خلیل، ڈاکٹر سامی خلیل، النظریات والسیاسات النقدية، (شركة کاظمہ - الکویت، طبع اول ۱۹۸۲ء) ۶۲۱۔

(33) ہیگل، ڈاکٹر عبد العزیز، موسوعة المصطلحات الاقتصادية و الإحصائية، ۸۵۰۔

- ۱۔ کسان اور تاجر پر افراط زر کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں کیونکہ ان کی پیداوار کی قیمت بڑھ جاتی اور ان کی آمدنی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔
- ۲۔ زرعی و صنعتی اشیاء کی پیداوار افراط زر کے نتیجہ میں بڑھ جاتی ہے اور نئی سے نئی اشیاء ماکیت میں دستیاب ہو جاتی ہے۔
- ۳۔ سرمایہ کاری اور روزگار پر بھی افراط زر کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں کیونکہ جب اشیاء کی قیمتیں بڑھیں گی تو نئے کارخانے کھلیں گے لوگ کاروبار اور تجارت میں دلچسپی لیں گے۔ اس طرح سرمایہ کاری میں اضافہ ہو گا اور روزگار کے مواقع میسر آئیں گے۔
- ۴۔ تقسیم دولت پر افراط زر کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے تقسیم دولت میں بے اعتدالی پیدا ہو جاتی ہے۔

#### خلاصہ: افراط زر سے:

- ۱۔ قرض خواہ، مزدور اور تقسیم دولت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔
- ۲۔ کسان، تاجر، صنعت کار، پیداوار، سرمایہ کاری، اور روزگار پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

#### قیمتوں کا اشاریہ (Price Index)

اس کو انڈکس نمبر (Index Numbers) بھی کہتے ہیں۔ عام اشیاء کی قدر زر کی مدد سے ماپی جاتی ہے لیکن خود زر کی قدر اشیاء کی قیمتوں کے معیار سے پرکھی جاتی ہے۔ مثلاً دس سال قبل ایک ہزار روپے کی قدر ایک من گندم کے برابر تھی لیکن آج صرف دس کلو گندم کے برابر ہے۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کرنسی کی قدر اُس وقت زیادہ تھی کیونکہ اس کے بدلے زیادہ چیزیں آئیں اور اب کم ہو گئی ہے کیونکہ چیزیں کم ہو گئیں۔

#### اشاریہ (Index) کا طریقہ اور مراحل:

زر کی پیمائش کا طریقہ کس طرح ہو گا؟

آج کل ہم سنتے ہیں کہ مہنگائی (افراط زر) ۳۵% سے ۴۵% ہو گئی ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ سال ۲۰۲۱ء میں چینی ۱۰۰ روپے کلو تھی اور ۲۰۲۳ء میں ۱۴۵ روپے ہو گئی ہے تو مہنگائی ۴۵% بڑھ گئی ہے؟ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ زر کی پیمائش کے لئے ایک طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ چند کثیر الاستعمال اشیاء منتخب کئے جاتے ہیں اور تاریخوں کے حساب سے ان کی قیمتوں کا موازنہ (Comparison) کیا جاتا ہے۔ اس کو اشاریہ (Index) کہا جاتا ہے۔

قرضوں کا قیمتوں کے اشاریہ کے ساتھ تعلق کے حوالے سے معاشی ماہرین جو طریقہ اختیار کرتے ہیں اس کا مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے:

کوئی بھی کرنسی بذات خود مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس کے ذریعے دیگر اشیاء و خدمات خریدی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے کرنسی کی ود قیمتیں ہوتی ہیں:

1. ظاہری قیمت (Face Value): یعنی وہ قیمت جو کرنسی پر لکھی ہوتی ہے۔
2. حقیقی قیمت (Real Value): اشیاء و خدمات کا وہ مجموعہ ہے جو اس کرنسی کے ذریعے خریدنا ممکن ہے۔ معیشت دان اس

مجموعہ کو اشیاء کی ٹوکری (Basket of Goods) کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر

- زید کی تنخواہ ۲۰ ہزار روپے ہے۔ تو یہ اس کی ماہانہ آمدنی کی ظاہری قیمت ہے۔
- زید یہ ۲۰ ہزار روپے ذیل اشیاء و خدمات میں صرف کرتا ہے:

گندم ۴۰ کلو، کپڑا ۲۰ میٹر، گوشت ۱۰ کلو، دال ۱۵ کلو، چائے ایک کلو، مکان کا کرایہ، بچوں کے سکول اور طبی معاینہ فیس۔ یہ اشیاء و خدمات کی ٹوکری (Basket of Goods & Services) ہے۔ اور یہ ٹوکری ۲۰ ہزار روپے کی حقیقی قیمت ہے۔

ٹوکری میں موجود اشیاء ایک طرح کی اہمیت کا حامل نہیں ہوتے بلکہ بعض چیزوں کی اہمیت دوسروں سے زیادہ ہوتی ہے۔ مثلاً گندم کپڑے کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے اور کپڑا چائے کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ لہذا چائے کی قیمت میں اضافہ سے اتنی مشکلات نہیں ہوتی جتنی گندم کی قیمت میں اضافہ سے ہوتی ہے۔ لہذا کرنسی کی حقیقی قیمت میں تبدیلی کو اشیاء کی قیمتوں میں اوسط تبدیلی کے ذریعے معلوم کرنے کے لئے ماہرین معاشیات ہر چیز کی ایک خاص اہمیت فرض کرتے ہیں۔ پھر اہمیت کی بنیاد پر ان اشیاء کے لئے الگ الگ نمبر مقرر کرتے ہیں جسے چیزوں کا وزن (Weight of Commodity) کہتے ہیں۔ اور اس طرح کے اشاریہ کو وزن دار اشاریہ (Weighted Index Number) کہا جاتا ہے۔

اگر اشاریہ میں ٹوکری میں موجود تمام اشیاء کو ایک ہی وزن دیا جائے تو اس کو سادہ اشاریہ (Simple Index Number) کہا جاتا ہے۔

### اشاریہ بنانے کے مراحل:

اشاریہ بنانے کے مختلف مراحل درج ذیل ہیں:

- ۱۔ اہم اشیاء کا انتخاب کیا جاتا ہے۔
- ۲۔ ہر شے کو اس کی اہمیت کے مطابق ایک خاص وزن دیا جاتا ہے۔
- ۳۔ بنیادی سال کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ یہ سال نارمل ہونا ضروری ہے۔ جس میں معاشی لحاظ سے کوئی غیر معمولی واقعہ رونما نہ ہوا ہو۔ اور قیمتوں میں بہت زیادہ تغیر واقع نہ ہوا ہو۔ یہ نہ قحط کا سال ہو، نہ بہتات کا، نہ جنگ کا زمانہ اور نہ طویل امن کا۔
- ۴۔ بنیادی سال کے مقابلہ میں اس سال کا انتخاب کیا جاتا ہے جس کی قیمتوں کے ساتھ بنیادی سال کی قیمتوں کا تقابل کیا جاتا ہے۔
- ۵۔ دونوں سالوں کے درمیان قیمت کی تبدیلی کا اوسط نکالا جاتا ہے۔
- ۶۔ اوسط تبدیلی کو اشیاء کے وزن کے سے ضرب دی جاتی ہے۔
- ۷۔ حاصل ضرب کو جمع کیا جاتا ہے، حاصل جمع دونوں سالوں کی قیمتوں کا فرق ہوتا ہے۔



اس کی وضاحت کے لئے درج ذیل نقشہ ملاحظہ کیجئے!

(۱) اشیاء	(۲) وزن	(۳) ۲۰۰۳ء	(۴) ۲۰۰۳ء	(۵) تبدیلی اوسط	(۶) نتیجہ ضرب
گندم	۵۰%	۳۰ کلو = ۲۰۰۰ روپے	۳۰ کلو = ۴۰۰۰ روپے	۴۰۰۰/۲۰۰۰ روپے	۱.۰
کپڑا	۲۰%	۲۰۰ روپے فی میٹر	۶۰۰ روپے فی میٹر	۶۰۰/۲۰۰ روپے	۰.۶
مکان	۳۰%	۵۰۰۰ روپے ماہانہ کرایہ	۱۵۰۰۰ روپے ماہانہ کرایہ	۱۵۰۰۰/۵۰۰۰ روپے	۰.۹
ٹوٹل:					۲.۵

وضاحت:

- ۱۔ کالم نمبر ۱: انسان کی بنیادی ضروریات میں سب سے اہم اشیاء گندم / کھانا، کپڑا اور مکان ہیں۔ لہذا ان تینوں کا انتخاب کیا گیا۔
- ۲۔ کالم نمبر ۲: یعنی ایک شخص اپنی آمدنی کا ۵۰ فیصد کھانے پر، ۲۰ فیصد کپڑے پر اور ۳۰ فیصد رہائش پر خرچ کرتا ہے۔
- ۳۔ کالم نمبر ۳: ۴۰ دونوں سال کی قیمتوں کا تقابل کیا گیا۔ مثلاً ۲۰۱۳ء میں تیس کلو گندم کی قیمت ۲۰۰۰ روپے تھی جو سال ۲۰۲۳ء میں بڑھ کر ۴۰۰۰ روپے ہو گئی۔
- ۴۔ کالم ۵: میں دونوں سالوں کی قیمتوں کی تبدیلی کا اوسط نکالا گیا۔ جس کے لئے ۲۰۱۳ء کی قیمتوں کو ۲۰۲۳ء کی قیمتوں پر تقسیم کیا، یعنی ۴۰۰۰/۲۰۰۰ = ۲ یہ اوسط تبدیلی ہے۔
- ۵۔ کالم ۶: میں اوسط تبدیلی کو اشیاء کے وزن کے ساتھ ضرب دیا یعنی (۱.۰ = ۵۰% x ۲)
- ۶۔ ٹوٹل / مجموعہ: سے مراد یہ ہے کہ اوسط تبدیلی کو اشیاء کے وزن میں ضرب دینے سے جو حاصل ضرب نکلا ہے، ان کو جمع کیا تو نتیجہ = ٹوٹل / مجموعہ ہے۔ یعنی: (۲.۵ = ۰.۹ + ۰.۶ + ۱.۰)

(۲.۵) کا مطلب ہے کہ اشیاء کی ٹوکری جو سال ۲۰۱۳ء میں ایک شخص ۱۰۰ روپے میں خرید سکتا تھا وہ سال ۲۰۲۳ء میں ۲۵۰ روپے میں خرید سکے گا۔ کیونکہ کرنسی کی حقیقی قیمت میں ان دس سالوں میں 25% کے تناسب سے کمی واقع ہو گئی ہے۔ فرض کریں کہ ایک شخص نے دس سال قبل ۱۰۰ روپے میں ایک مخصوص اشیاء کی ٹوکری (مثلاً آٹا ایک کلو، دال ایک پاؤ اور پھل ایک کلو) خرید لیا تھا لیکن آج وہی چیزیں خریدنے کے لئے اس کو ۲۵۰ روپے کی ضرورت ہوگی۔ اس کا مطلب ہے کہ روپیہ کی قدر میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اس وقت ۱۰۰ روپے میں وہ زیادہ سے زیادہ ایک پاؤ دال خرید پائیں گے جبکہ آٹا اور پھل خریدنے کے لئے اس کو مزید ۱۵۰ روپے درکار ہوگی۔

درج بالا حساب و کتاب کی روشنی میں اگر ہم فرض کریں کہ ایک شخص کی ماہانہ آمدنی سال ۲۰۱۳ء میں مبلغ ۲۰۰۰۰ روپے تھی جو کہ بڑھ کر سال ۲۰۲۳ء میں مبلغ ۴۰۰۰۰ روپے ہو گئی۔ اس کی ماہانہ تنخواہ کی قیمت اور حیثیت کا حساب ذیل طریقہ سے کیا جائے گا۔

سال	ظاہری قیمت (Face value)	زیادتی کا تناسب	حقیقی قیمت (Real value)	کیفیت
۲۰۱۳ء	۲۰۰۰۰ روپے	۱.۰	۲۰۰۰۰ روپے	۱.۰ / ۲۰۰۰۰
۲۰۲۳ء	۴۰۰۰۰ روپے	۲.۵	۱۶۰۰۰ روپے	۲.۵ / ۴۰۰۰۰

سال ۲۰۱۳ء (بنیادی سال) میں تنخواہ ۲۰ ہزار روپے تھی جبکہ سال ۲۰۲۳ء میں اس کی تنخواہ ۴۰ ہزار ہو گئی ہے۔ اشاریہ (index) بندی کے طریقہ کار کے مطابق حساب و کتاب سے یہ بات سامنے آئی تھی کہ گزشتہ دس سالوں میں (۲.۵) کے تناسب سے قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ لہذا موجودہ تنخواہ مبلغ ۴۰ ہزار روپے کو اسی تناسب (۲.۵) پر تقسیم کیا گیا تو مبلغ 16 ہزار روپے آگئے جو کہ چالیس ہزار روپے کی حقیقی قیمت ہے۔ دس سال قبل کے مقابلہ میں اس شخص کی تنخواہ میں عددی اعتبار سے اضافہ ہوا ہے لیکن حقیقی اعتبار سے 4 ہزار روپے کم ہو گئی ہے کیونکہ اس کی قوت خرید میں کمی واقع ہو گئی ہے۔

گویا کہ سال ۲۰۲۳ء میں ۴۰۰۰۰ روپے ۲۰۱۳ء کے ۱۶۰۰۰ روپے کے مساوی ہو گئے۔ لہذا اگر کسی نے سال ۲۰۱۳ء میں مبلغ ۱۶۰۰۰ روپے قرض لئے تھے تو اب ۲۰۲۳ء میں ۴۰۰۰۰ روپے واپس کرے بصورت دیگر حقدار پر ظلم ہوگا۔ اس وجہ سے بعض ماہرین معاشیات قرض کو اشاریہ (Index) کے ساتھ منسلک کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں اور اسی کے حساب سے قرض کی ادائیگی پر زور دیتے ہیں۔

چونکہ اشاریہ (price index) افراط زر کی شرح کو ظاہر کرتی ہے۔ جس کے ذریعے قرض میں دی گئی رقم کی اصل قیمت معلوم ہو جاتی ہے۔ لہذا اس کے مطابق قرض کی ادائیگی کرنے سے حقیقی قیمت ادا ہو جائے گی جو کہ واجب الاداء رقم کی ظاہری قیمت (Face value) سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے، اس طرح دائن کو قرض کی حقیقی قیمت مل جائے گی اور اس کے ساتھ نا انصافی کا پہلو باقی نہیں رہے گا۔

### اشاریہ (Index System) سے متعلق مسائل:

قیمتوں کے اشاریے میں اشیاء اور خدمات کی قیمتوں میں کمی بیشی کا جو تناسب نکالا جاتا ہے وہ تقریبی ہے جس کی بنیاد ایک مخصوص حسابی طریقہ ہے جو اندازہ اور تخمین کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس حسابی طریقہ میں درج ذیل اشکالات پائے جاتے ہیں:

- ۱۔ اشیاء کی تعیین: ہر انسان کی ضروریات دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ لہذا ایک شخص کی اشیاء کی ٹوکری بھی دوسرے سے مختلف ہوگی۔ لیکن اشاریہ میں درج ٹوکری صرف ایک ہے جس میں اشیاء و خدمات کو استعمال کرنے والوں کی کثرت کی بنیاد پر درج کیا جاتا ہے۔ اس طرح اس میں بعض دفعہ ایسی اشیاء بھی درج ہو جاتی ہیں جن کی بعض لوگوں کو کبھی ضرورت پیش نہیں آتی۔ لہذا ان افراد کے اعتبار سے یہ اشاریہ درست نہیں ہو سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اشاریہ میں بعض اشیاء محض اندازہ سے درج کی جاتی ہے۔
- ۲۔ اشیاء کے وزن کی تعیین: اشیاء و خدمات کے وزن اور صارفین کے اعتبار سے اس کی اہمیت کے تعیین میں بھی اندازہ سے کام لیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ایک چیز ایک شخص کے نزدیک بہت اہمیت کی حامل ہوتی اور وہی چیز دوسرے کے لئے کوئی اہمیت نہیں

رکھتی۔ اشاریہ میں جس چیز کی اہمیت فرض کی جاتی ہے وہ تمام صارفین کے اعتبار سے ہے اور یہ درمیانی اوسط کی بنیاد پر فرض کی جاتی ہے جو محض اندازہ و تخمین سے نکالی جاتی ہے۔

۳۔ اشیاء کی قیمت کا تعین: ایک ہی چیز کی قیمت مختلف شہروں اور جگہوں کے اعتبار سے مختلف ہوگی۔ ایک ملک کا اشاریہ بنانا ہو تو اس کے تمام شہروں اور دیہاتوں کے قیمتوں کا درمیانی اوسط نکال کر اشاریہ بنایا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے یہ اوسط اندازہ اور تخمین کے ذریعے نکالا جاسکے گا۔

۴۔ بعض پہلوؤں کا نظر انداز ہونا: اشاریہ کے حساب و کتاب میں معاشی اخراجات پر اثر انداز ہونے والے کئی سیاسی، سماجی اور معاشی پہلوؤں کو نظر انداز کیا جاتا ہے جس سے بعض دفعہ اشاریہ درست یا مکمل تصویر پیش نہیں کرتا۔

(مثال کے طور پر حکومتیں انتخابی نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے عوام میں اپنی مقبولیت پیدا کرنے کے لئے اشاریوں کو مستحکم دیکھانے کی کوشش کرتے ہیں، بعض ضروری اشیاء یا بعض صنعتوں کو حکومت سبسائیڈی دیتی ہے جس سے مارکیٹ میں ان کی قیمتیں کم دیکھائی دیتی ہیں، بعض دفعہ حکومتیں شرح سود کو کم کر دیتے ہیں جس کا معیشت پر طویل المدتی اثر پڑتا ہے جس کو اشاریوں میں ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا، بعض اوقات وقتی معاشی بحران اور قدرتی آفات مکمل طور پر اشاریوں میں شامل نہیں کیا جاتا، مختلف سماجی طبقات دیہاتی علاقوں کے افراد، غریب و محروم طبقات کے لئے ضروریات زندگی کی قیمتوں میں اضافہ کا اثر زیادہ ہوتا ہے لیکن اشاریہ میں ان عوامل کو نظر انداز کر کے شہر کی اوسط قیمتوں کو مد نظر رکھ کر مرتب کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اشاریہ مکمل معاشی منظر کی عکاسی نہیں کرتا۔)

۵۔ طویل وقت: اشاریہ بندی کے لئے معلومات جمع کرنے، اعداد و شمار کرنے اور جائزہ و پڑتال کر کے اعلان کرنے میں کافی وقت صرف ہو جاتا ہے جس سے اشاریہ حال کا نہیں بلکہ کئی ماہ قبل کا بن جاتا ہے۔

۶۔ بنیادی سال کے انتخاب میں دشواری: بنیادی سال جس میں قیمتوں میں تبدیلی کی پیمائش کی جاتی اس کی تعیین میں دشواری پیش آتی ہے۔ جس سال کو بنیاد بنایا جاتا ہے اس سال کی اشیاء کی ٹوکری میں شامل اشیاء پر صارف کے بعد کے سالوں میں اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کچھ اشیاء و خدمات اساسی سال کے بعد صارف کے ہاں اہمیت کی حامل ہو جاتی ہیں جو ٹوکری میں سرے سے موجود ہی نہیں ہوتیں۔ اس طرح کی تبدیلیوں کا اشاریہ میں خیال نہیں کیا جاتا۔ لہذا اشاریہ تخمین اور اندازہ پر مبنی ہے۔<sup>(34)</sup>

### موجل ادائیگیوں کو اشاریہ سے منسلک کرنے کا شرعی حکم

اشاریہ پر وارد ہونے والے اشکالات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اشاریہ اپنے تمام مراحل میں اندازہ و تخمین پر مبنی ہے اگر کسی جگہ پر حسابات میں باریک بینی اور پوری احتیاط بھی کیا جائے تو بھی اس کا نتیجہ زیادہ سے زیادہ تقریبی تو ہو سکتا ہے یقینی اور واقعی نہیں کہہ سکتے۔ اگر قرضوں کو اشاریہ سے منسلک کیا جائے تو قرض کی ادائیگی میں حقیقی مثلیت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اشاریہ کے ذریعے بھی زر کی مکمل

(34) المصلح، خالد بن عبد اللہ، التعمیم النقدي فی الفقہ الاسلامی، ۸۲ و ما بعدہا، ڈاکٹر مولانا عصمت اللہ، مسئلہ زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے، ۲۹۹ و ما

بعدہا، ڈاکٹر محمد بن علی، مقدمة فی النقود والبنوک، (مکتبہ دار جده، طبع اول، ۱۴۱۷ھ)، ۲۹۳ و ما بعدہا۔

حقیقی قیمت معلوم نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک تخمینی اور تقریبی قیمت ہے۔ مثلاً اشاریہ کے طریقہ کار میں بیان کیا جا چکا ہے کہ سال ۲۰۱۳ میں کسی نے ۱۶۰۰۰ روپے قرض لیا ہے تو سال ۲۰۲۳ء میں اشاریہ کے حساب سے اس کی قیمت ۴۰۰۰۰ روپے ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ حساب بھی حقیقی نہیں ہے بلکہ تقریبی ہے۔ ممکن ہے اس کی قیمت ۴۵۰۰۰ ہزار ہوئی ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ اس کی قیمت ۳۵۰۰۰ روپے ہو چکی ہو۔ اشاریہ کے حساب میں کچھ مؤثرات نظر انداز ہو گئے ہوں اور درست قیمت نکالنے میں غلطی رہ گئی ہو۔ اس طرح قرض کی ادائیگی میں ربا کا امکان ہے۔ فقہاء نے ربا کی تعریف یہ کی ہے کہ

”الزيادة على رأس المال، قلت أو كثرت“<sup>(35)</sup>

(یعنی اصل زر پر اضافہ وصول کرنا چاہے کم یا زیادہ اضافہ وصول کرے وہ ربا ہے۔)

لہذا قرضوں کی ادائیگی کا قیمتوں کے اشاریہ سے منسلک کرنا درست نہیں ہے۔<sup>(36)</sup>

### افراط زر کی صورت میں موجد ادا کیوں پر اثر:

موجودہ پیپر کرنسی میں افراط زر کی وجہ سے قرض دہندہ کو لاحق ہونے والے نقصان اور ضرر کے ازالہ کے لئے قیمت لازم قرار دیا جاسکتا ہے یا مشل واجب ہے؟

اس بارے میں معاصر فقہاء کے آرا مختلف ہیں جن میں سے چند اہم آرا کا تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

- ۱۔ پہلا قول: شیخ احمد الزرقا، شیخ مصطفیٰ الزرقا، ڈاکٹر علی القرہ داغی وغیرہ کی رائے کے مطابق قرض خواہ پر حقیقی قیمت ادا کرنا واجب ہے، (جو کہ ظاہری قیمت (face value) سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔) مثال کے طور پر اگر قرض خواہ نے ۱۶ ہزار قرض لیا ہوا تھا تو دس سال بعد اس کی حقیقی قیمت مبلغ ۴۰ ہزار روپے ادا کرنا ہوگا۔<sup>(37)</sup>
- ۲۔ دوسرا قول: بہت سے معاصر فقہاء کی رائے میں مثل ادا کرنا واجب ہے۔ افراط زر کا کوئی اعتبار نہیں ہے قرض خواہ کو اصل رقم ادا کرنا ہوگا۔ مجمع الفقہ الاسلامی نے اپنے پانچویں اجلاس میں یہی رائے قائم کی تھی۔<sup>(38)</sup>
- ۳۔ تیسرا قول: مدیون پر مثل ادا کرنا واجب ہے الا یہ کہ شدید افراط زر میں قرض دہندہ پر بہت زیادہ ضرر واقع ہو جائے، اور کثرت کی حد ملث قیمت تک پہنچ جائے تو اس صورت میں قیمت ادا کرنا واجب ہوگا۔

(35) سید سابق، فقہ السنۃ، (بیروت، لبنان: دار الکتب العربی، طبع سوم ۱۳۹۷ھ - ۱۹۷۷ء)، ۳/۱۳۰۔

(36) عثمانی، مفتی تقی، فقہی مقالات، (کراچی: مین اسلامک پبلشرز، ۱۹۹۲ء)، ۴۹/۱، ڈاکٹر مولانا عصمت اللہ، مسئلہ زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے، ص ۳۲۵۔

(37) الزرقا: شیخ احمد، شرح القواعد الفقہیہ، (دارالمغرب الاسلامی، طبع اول، ۱۴۰۳ھ)، ۷۴، مکی: مجد احمد: فتاویٰ مصطفیٰ الزرقا، (دمشق: دارالقلم، طبع اول ۱۴۲۰ھ)، ۶۳۰، داغی، علی القرہ، قاعدہ المثلی والقیبی فی الفقہ الاسلامی، (طبع اول ۱۴۱۳ھ)، ۲۳۵۔

(38) مجمع الفقہ الاسلامی، ۲۲۶۱/۳/۵، (قرار نمبر: ۴۲/۵)۔

مثال کے طور پر قابل ادارہ رقم مبلغ ۳۰ ہزار روپے تھی لیکن ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے چند سال گزرنے کے بعد اس کی حقیقی قیمت ۲۰ ہزار روپے ہو گئی ہے۔ اس صورت میں افراط زر کی وجہ سے کرنسی کی قیمت ایک تہائی یعنی ۱۰ ہزار کم ہو گئی ہے لہذا قرض خواہ کو قرض کی حقیقی قیمت مبلغ ۲۰ ہزار روپے ادا کرنا ہو گا۔  $(10000 = 1/3 \times 30000)$ ۔

البتہ بینک میں کرنٹ اکاؤنٹ ڈپازٹ کی صورت میں ڈپازٹر کو اپنی اصل رقم ملے گی جو اس نے اکاؤنٹ میں جمع کیا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکاؤنٹ ہولڈر، مدین (بنک) کے پاس رقم اپنی مکمل اختیار اور رضامندی کے ساتھ چھوڑتا ہے کیونکہ بینک ڈپازٹر جب چاہے اپنی رقم نکال سکتا ہے اور اس رقم کو افراط زر سے بچا کر کسی فائدہ مند تجارتی سرگرمی میں لگا سکتا ہے۔ گویا کہ وہ رقم اس کے اپنے پاس ہونے کے مترادف ہے۔ اگر وہ بینک سے نکال کر تجارتی سرگرمی میں لگائے بغیر اپنے پاس محفوظ رکھتے تو بھی اسی طرح افراط زر کا شکار ہو جاتا۔ جبکہ اس کے مقابلے میں قرض دہندہ کو قرض میں اور بائع کو بیع مؤجل میں مدین مطالبہ پر بروقت ادائیگی نہیں کرتا بلکہ اس کی طرف سے تاخیر کا سامنا رہتا ہے۔ مجمع الفقہ الاسلامی اپنے بارہویں اجلاس میں یہ رائے قائم کی ہے۔<sup>(39)</sup>

۴۔ چوتھا قول: افراط زر شدید اور اچانک واقع ہو جائے اور قرض دہندہ کے لئے بڑا ضرر ہو تو اس صورت میں فریقین آپس میں صلح کر لے اور افراط زر کی وجہ سے ہونے والے نقصان کو باہمی رضامندی سے آپس میں تقسیم کر دے۔ صلح نہ ہونے کی صورت میں فریقین ثالث یا قاضی کی طرف رجوع کرے اور ثالث یا قاضی دائن کے ضرر کی مقدار کا جائزہ لے کر طرفین میں اس خسارہ کو تقسیم کر دے۔ مثلاً اگر ۳۰ ہزار مؤجل واجب الاداء رقم کی ادائیگی کے وقت ۱۰ ہزار روپے قیمت کم ہو جائے تو طرفین باہمی رضامندی سے خسارہ کو تقسیم کر دے۔ باہم اتفاق نہ ہونے کی صورت میں فریقین میں سے ایک کسی ثالث یا عدالت میں معاملہ اٹھائے اور ثالث یا عدالت جائزہ لے کر فیصلہ کرے کہ مدین افراط زر کی وجہ سے واقع ہونے والی کمی میں سے کتنی مقدار ادا کرے۔ مجمع الفقہ الاسلامی نے اپنے بارہویں اجلاس میں یہ تجویز بھی پیش کی ہے۔<sup>(40)</sup>

دلائل:

### قول اول کے دلائل درج ذیل ہیں:

- ۱۔ پیپر کرنسی کی قوت خرید میں کمی واقع ہونا مؤثر عیب ہے لہذا قیمت ادا کرنا لازمی ہو گا۔
- ۲۔ قرض میں مثل ادا کرنا واجب ہے۔ افراط زر کی صورت میں کرنسی کی قدر گرجانے سے متاثر باقی نہیں رہا۔
- ۳۔ پیپر کرنسی میں معاملہ طے ہونے کے بعد واجب الاداء رقم کی وصولی سے قبل مدین کے پاس اس رقم میں افراط زر کی صورت میں عیب واقع ہوا ہے۔ لہذا اس کا ضمان مدین پر ہے، وہ قیمت کی شکل میں ضمان ادا کرنے کا پابند ہو گا۔ جس طرح قبضہ سے قبل اگر بیع

(39) البیان الختامی، التوصیيات والمقترحات للدورة الثانية عشر لمجمع الفقہ الاسلامی، مجلة مجمع الفقہ الاسلامی، العدد ۱۲، جزء ۴

میں عیب واقع ہو جائے تو ضمان بائع پر لازم آتا ہے اسی طرح یہاں واجب الادا رقم میں عیب واقع ہوا ہے جس کا ضمان مدین قیمت کی شکل میں ادا کرے گا۔

### قول ثانی کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ پپر کرنسی کی قوت خرید میں کمی واقع ہونے کے باوجود اس کی ثمنیت باقی ہے یعنی وہ بطور ثمن لوگوں کے ہاں رائج ہیں اور اس کے ذریعے لین دین کیا جا رہا ہے۔ لہذا ایک کرنسی میں معاملہ طے ہونے کے بعد قرض خواہ پر عقد کے وقت طے شدہ رقم ادا کرنا لازم ہوگا، اس سے زیادہ ادا کرنے کا وہ پابند نہیں ہے۔ اگر اس کرنسی کی ثمنیت ختم ہو جاتی تو قیمت ادا کی جاسکتی تھی لیکن یہاں ایسی کوئی صورت حال کا سامنا نہیں ہے۔

۲۔ پپر کرنسیاں مثلیات ہیں، افراط زر سے ان کے مثلیات کا وصف ختم نہیں ہوتا۔ لہذا مثل ادا کرنا واجب ہوگا۔

۳۔ افراط زر کی وجہ سے قرضوں کی ادائیگی میں قیمت واجب قرار دینے سے ربا کا دروازہ کھل جائے گا کیونکہ اس میں قرض کی اصل زر سے زیادہ قرض کی عوض میں ادا کرنا پڑھتا ہے۔<sup>(41)</sup>

### قول ثالث کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ مالی اور تجارتی معاملات میں شریعت کے اہم مقاصد میں سے عدل کا قیام اور ظلم سے بچنا ہے۔ بہت زیادہ افراط زر کی صورت میں قرض میں مثل ادا کرنا عدل کا تقاضا نہیں ہے بلکہ اس میں قرض دہندہ پر ظلم ہوگا۔

۲۔ کرنسی کی قوت خرید میں بہت زیادہ کمی واقع ہونا عیب ہے جس کا تعویض قرض کی ادائیگی میں قیمت کی شکل میں تعویض دینا ہوگا۔

۳۔ قوت خرید میں بہت زیادہ کمی سے قرض دہندہ پر بھاری ضرر واقع ہوتا ہے لہذا اس ضرر کا ازالہ ضروری ہے جیسے کہ فقہی قاعدہ ہے: (الضرر یزال)۔

۴۔ بینک ڈپازٹ کو مستثنیٰ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ مکمل طور پر دائن کے اختیار میں ہے کہ وہ جب چاہے اس کو وصول کر سکتا ہے۔<sup>(42)</sup>

### قول رابع کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ فقہی نظائر سے استدلال کرتے ہیں کہ عقود میں غیر معمولی صورت حال میں التزامات میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً

- عقد اجارہ میں جنگ وغیرہ کی وجہ سے منفعت کا حصول ممکن نہ ہو تو عقد فسخ کیا جاسکتا ہے۔

<sup>(41)</sup> ایضاً، داؤد، بایل عبد الحفیظ یوسف، تغیر القیمۃ الشرائیہ للنقد الوریقہ (المعبد العالمی للفرک الاسلامی، طبع اول ۱۹۹۹ء)، ۲۹۸، الجعید، ستر بن ثواب، احکام الاوراق النقدیة والتجاریة فی الفقہ الاسلامی، (رسالة ماجستير، جامعۃ ام القرى مکہ المکرمہ، ۱۴۰۶ھ)، ۴۹۷، وما بعدہ۔

<sup>(42)</sup> الجاسر، سلطان بن محمد، الاوراق النقدیة دراسہ فقہیہ، ۲۲۸ وما بعدہا، مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، العدد ۱۲، جزء ۴ ص: ۲۸۵-۲۸۸۔

- جانچ (زیادہ بارش، زالہ باری، پھل میں کیڑا لگنا وغیرہ) کی صورت میں خراب پھل کے مقابلہ میں ٹخن ساقط ہو جاتا ہے۔
- ۱۔ قوت خرید میں اچانک بہت زیادہ کمی سے قرض دہندہ پر بھاری ضرر واقع ہوتا ہے لہذا اس ضرر کا ازالہ ضروری ہے جیسے کہ فقہی قاعدہ ہے: (الضرر یزال)<sup>(43)</sup>۔

معاصرین کے آراء بنیادی طور پر دو اقوال کی طرف لوٹے ہیں۔ ایک گروہ مثل ادا کرنے کو لازمی قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرا بہت زیادہ افراط زر کی صورت میں قیمت ادا کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ فقہاء کے اقوال اور دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی نوعیت کے افراط زر کی صورت میں مثل صوری کی ادائیگی کے بارے میں اتفاق ہے لیکن افراط زر غیر متوقع اور بہت زیادہ ہو تو فقہاء کا اختلاف ہے اور دونوں جانب کے دلائل بہت اہمیت کے حامل ہیں جن پر مزید غور و خوض کی ضرورت ہے تاہم بظاہر قیمت واجب قرار دینے والوں کے دلائل قرین انصاف معلوم ہوتے ہیں۔ لہذا یہاں مؤجل ادائیگیوں میں افراط زر کے باوجود عددی مثل (face value) ادا کرنے کو لازمی قرار دینے والے فقہاء کے چند اہم دلائل اور مخالف رائے پر عموماً اٹھائے جانے والے اعتراضات کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

- کرنسی کی قیمت میں عیب کی صورت میں مدین پر ضمان لازم نہیں ہے کیونکہ شئی مغضوب کی قیمت میں کمی کا ضمان غاصب پر نہیں آتا لہذا قرض میں قیمت کی کمی کا ضمان بالاولیٰ مدین پر نہیں ہے۔

اس دلیل پر اگر غور کرے تو یہ ایک مختلف فیہ اصل پر قیاس ہے کیونکہ بعض فقہاء اس صورت میں غاصب کو ضامن قرار دیتے ہیں۔ دوسری بات کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ عین مغضوبہ عین لذاتہ ہے جبکہ کاغذی کرنسی کا مقصد عین نہیں بلکہ اس کی قوت خرید ہے۔

- مدین افراط زر کا سبب نہیں ہے۔ اگر یہ رقم دائن کے پاس بھی ہوتا تب بھی قیمت میں کمی واقع ہو جاتا۔
- اس اعتراض پر غور کرے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ رقم مدین کے پاس رہنے کی وجہ سے دائن نے اس کو فائدہ مند تجارتی سرگرمیوں میں لگانے کے مواقع گنوا دیئے۔ اگر یہ رقم دائن کے پاس ہوتے تو وہ کم از کم اس کی اصل قیمت کی حفاظت کی حد تک کسی مناسب تجارتی سرگرمی میں لگا سکتا تھا جس کے لئے مدین مانع بنا۔

- افراط زر کی وجہ سے کاغذی کرنسی کی ثمنیت باقی رہتی ہے۔ اس لئے مثل ظاہر ادا کرنا لازم ہے۔
- اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ قیمت واجب قرار دینا اس کی ثمنیت باطل ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی قوت خرید میں نقص کی وجہ سے ہے جو کہ ایک مؤثر عیب ہے۔ یعنی قیمت واجب قرار دینا زالہ ضرر کے لئے ہے۔
- افراط زر کا مدین سبب نہیں ہے۔ اس کے باوجود قیمت ادا کروانا اس پر ظلم ہے۔

مدین، واجب الاداء، دین کے حوالے سے ضامن ہے یعنی "ید المدین ید ضمان" لہذا اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ نقص اور عیب کا سبب مدین خود ہے یا کوئی غیر۔

(43) الجاسر، سلطان بن محمد، الاوراق النقدية دراسة فقهية، ۲۲۸ وما بعدها، مجلة مجمع الفقه الإسلامي، العدد ۱۲، جزء ۴، ص: ۲۸۵-۲۸۸۔

- کرنسی نوٹ مثلی ہے اور مثلی اشیاء کے قرض کی صورت میں مثل ادا کرنا لازمی ہے۔

کرنسی نوٹ کو ان متقارب اوقات میں مثلی قرار دیا جاسکتا ہے جن میں اس کی قوت خرید میں زیادہ واضح فرق نہ آرہے ہوں لیکن بعض کرنسی نوٹوں میں رقم مدین کے ذمہ میں ثابت ہونے سے ادائیگی تک کے اوقات کے دوران میں قیمت کے اعتبار سے واضح تغیرات واقع ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں ان کرنسیوں پر مثلی ہونے کا وصف صادق نہیں آتا کیونکہ مثل صوری کا اعتبار اس وقت ہوگا جب معنوی طور پر بھی مثلی ہو۔

دوسری بات یہ کہ اوراق نقدیہ کی ذاتی قیمت نہیں ہے۔ لہذا گندم، جو اور سونا چاندی وغیرہ کی مثلثیت ان پر منطبق نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان اشیاء کی بطور سامان (سلع) اپنی ذاتی قیمت کے ساتھ ثمنیت کی قیمت اضافی ہے۔ جبکہ کاغذی کرنسی کی قیمت محض قوت خرید ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کرنسی نوٹ میں ظاہری مثلثیت کا اعتبار نہ کیا جائے اور اس کی قوت خرید مختلف اوقات میں مختلف ہونے کی صورت میں مثل صوری کے بجائے قیمت ادا کی جائے۔

- افراط زر کی بنیاد پر مؤجل ادائیگیوں میں قیمت ادا کرنے کی اجازت دینے کی صورت میں ربا کا دروازہ کھل سکتا ہے۔

افراط زر کی صورت میں جو اضافہ ادا کیا جاتا ہے وہ ربا کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ یہ اضافہ کرنسی کی قوت خرید میں واقع ہونے والے عیب (جو نقص کی شکل میں رونما ہوا ہے) کا ضامن ہے۔ یعنی کرنسی کی قوت خرید میں کمی کے مقابل اضافہ ادا کیا جا رہا ہے جبکہ ربا میں اضافہ بلا مقابل وصول کیا جاتا ہے۔ ربا کا دروازہ اس وقت کھل سکتا ہے جب عقد کے وقت اضافہ مشروط ہو اور ہر حال میں وہ اضافہ وصول کیا جائے۔ جبکہ یہاں قیمت کا تعین ادائیگی کے موقع پر اس وقت کی جاتی ہے جب افراط زر کی وجہ سے بہت زیادہ قیمت میں تغیر واقع ہوا ہو۔ اگر قیمت میں معمولی نوعیت کا تغیر واقع ہوا ہو اور لوگ عمومی طور پر ایسے کمی بیشی کی صورت میں درگزی سے کام لیتے ہوں تو قیمت کی شکل میں اضافہ ادا کرنا لازم نہیں ہوگا۔

نیز مالی امور میں عدل کا قیام اور ظلم کی روک تھام شریعت کے مقاصد ہیں۔ افراط زر کے باوجود مؤجل ادائیگیوں میں مثل صوری لازم قرار دینا عدل کے منافی ہے اور معمول کے عرف سے ہٹ کر کرنسی نوٹ کی قیمت میں بہت زیادہ تغیر پیدا ہونے سے دائن کے ساتھ ظلم ہوگا۔ اس لئے عدل کا تقاضا ہے کہ ایسی صورت حال میں قیمت ادا کی جائے۔ دوسری طرف قیمت ادا کرنے میں مدین کے ساتھ بھی زیادتی نہیں ہے۔ اگرچہ یہاں اصل رقم سے عددی طور پر اضافہ ادا کیا جا رہا ہے لیکن یہ اضافہ مدین کے ہاں اصل رقم کی قوت خرید میں نقص پیدا ہونے کا ضامن ہے۔ کیونکہ نقص اور عیب کی صورت میں مدین ضامن ہے لہذا اس میں ظلم کا پہلو نہیں ہے۔

- قرون اولیٰ یعنی عہد رسالت اور صحابہ و تابعین کے دور میں بھی کرنسی کی قیمت میں اتار چڑھاؤ ہوتے تھے لیکن وہ لوگ اپنے معاملات میں وہی زر لیتے تھے جس پر معاملہ طے ہوا تھا۔ اگر قیمت کا لحاظ کرتا تو ضرور نقل ہوتی۔

اس پر غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرون اولیٰ میں لین دین کے لئے جو زر رائج تھا وہ دینار و درہم تھے جو کہ سونا اور چاندی کے سکے تھے۔ اس لئے بطور زران کی قیمت میں زیادہ تغیر واقع نہیں ہوتے تھے۔ تھوڑی بہت کمی واقع ہو جانے



سے زیادہ فرق نہیں پڑتے تھے کیونکہ ان سکوں کی (سوناور چاندی کی شکل میں) اپنی ذاتی قیمت بھی ہوتی اور بطور ثمن رائج ہونا ایک اضافی وصف تھا۔ جبکہ موجودہ کاغذی کرنسیوں کی اپنی ذاتی قیمت نہیں ہے بلکہ ان کی قیمت قوت خرید ہے۔

- قرض حسن ارفاق کے لئے ہے، لہذا شارع نے قرض کے معاملے میں ڈھیل دینے کی فضیلت بیان کی ہے جو کہ دیگر اسرار و حکمتوں کے علاوہ اس حکمت کی وجہ سے بھی ہے کہ قرضہ کی رقم کی قیمت میں کمی بھی واقع ہو سکتی ہے جس سے دائن و بائع کو ضرر پہنچ سکتا ہے، اس لئے قرض کو فضیلت دی گئی ہے۔

قرض کے معاملے میں ڈھیل دینے کی فضیلت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اصل رقم میں یا اس کی قیمت میں کمی کر کے ادا کروایا جائے۔ تنگ دست کے لئے قرض میں ڈھیل دینے کو بہتر قرار دیا ہے، اس سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ قرض کی قیمت میں کمی واقع ہو جانے کی صورت میں پوری نہ کی جائے۔ علاوہ ازیں اصولاً حکم کی بنیاد علت ہے نہ کہ حکمت۔ نیز قرض کی فضیلت کی حکمت قیمت میں کمی ہونے کے امکان کو قرار دینا بھی محل نظر ہے کیونکہ قرض کی فضیلت صدقہ سے افضل ہونے کی وجہ آپ ﷺ نے اسراء و معراج کے موقع پر جبریل علیہ السلام سے استفسار کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مانگنے والا اپنے پاس مال ہونے کے باوجود دست سوال پھیلاتا ہے جبکہ قرض خواہ ضرورت کے بغیر قرض نہیں لیتا۔<sup>(44)</sup> اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وإن كان ذو عسرة فنظرة إلى ميسرة"<sup>(45)</sup> اگر تنگ دست ہے تو اس کو آسانی تک مہلت دی جائے۔ "ایک حدیث میں آپ ﷺ نے تنگ دست کو ڈھیل دینے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا، نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة. ومن يسر على معسر، يسر الله عليه في الدنيا والآخرة.... والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه." <sup>(46)</sup>

(جو کوئی کسی مسلمان کی دنیوی مشکل دور کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی پریشانی دور فرمائے گا، اور جو کسی تنگ دست پر قرض کی وصولی میں آسانی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا و آخرت میں آسانی کا معاملہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔)

ان نصوص سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرض فراہم کرنے اور اس میں ڈھیل دینے کی فضیلت اس لئے ہے کہ جس کے ذریعے انتہائی ضرورت مند کی مدد ہوتی ہے اور اس کی مشکلات میں آسانی پیدا کرنے کے اسباب مہیا کئے جاتے ہیں۔

<sup>(44)</sup> عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، رأيت ليلة أُسري بي على باب الجنة مكتوباً، الصدقة بعشر أمثالها، والقرض بثمانية عشر، فقلت: يا جبريل ما بال القرض أفضل من الصدقة؟ قال: لأن السائل يسأل وعنده، والمستقرض لا يستقرض إلا من حاجة" ابن ماجه محمد بن يزيد القزويني (ت ۲۳۷ھ)، سنن ابن ماجه، (دار إحياء الكتب العربية)، رقم (۲۴۳۱/۲) ۸۱۲۔

<sup>(45)</sup> سورة بقره، آیت: ۲۸۰۔

<sup>(46)</sup> مسلم، أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، (۲۰۶ - ۲۶۱ھ)، صحيح مسلم، تحقيق فؤاد عبد الباقي، (القاهرة، بيروت: مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، ثم صورته دار إحياء التراث العربي، وغيرها، طبع ۱۳۷۴ھ - ۱۹۵۵ء)، رقم الحديث (۲۶۹۹)، ۲۰۷۴/۴۔

قرض دینے والا ضرورت مند کی مدد کرنے کے بعد یہی چاہتا ہے کہ اس کی ضرورت پوری ہونے کے بعد یا اپنی ضرورت کے وقت رقم اپنی اصل قیمت کے ساتھ مل جائے۔ تھوڑی بہت کمی کی صورت میں عام طور پر لوگ تسامح سے کام لیتے ہیں لیکن بہت زیادہ کمی کی صورت میں درگزی کا معاملہ نہیں کرتے۔ اس طرح بہت زیادہ افراط زر کے بعد بھی عددی طور پر وہی رقم واپس کرنے سے دائن کی رضامندی مفقود ہو جائے گی جبکہ اس کی رضامندی عقد میں ضروری ہے۔

(یا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم) <sup>(47)</sup>

("اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، الا یہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے وجود میں آئی ہو (تو جائز ہے)۔")

دوسری جانب بیع کی صورت میں بائع کا مقصد عام طور پر فائدہ کمنا ہوتا ہے، اگر عددی مثل ادا کرنا لازم قرار دے تو بیع کی قیمت ادھار رکھنے کے بعد ادائیگی کے وقت افراط زر کی وجہ سے بائع کو اپنی اصل لاگت سے بھی کم قیمت مل جائے گی جس پر وہ رضامند نہیں ہوگا اور مدین مامل ہو تو اس سے نبی کریم ﷺ نے صراحت کے ساتھ ظلم قرار دیا ہے۔

"مطل الغني ظلم" <sup>(48)</sup>

(مالدار کا قرض ادا کرنے میں مال مٹول سے کام لینا ظلم ہے۔)

شدید نوعیت کے افراط زر کے وقت قیمت لازم قرار نہ دینے میں مفاسد کا پہلو بھی ہے کہ لوگ قرض حسن دینے سے کترانے لگیں گے اور ضرورت مندوں کے مصالح فوت ہو جائیں گے۔ اس طرح اہل ثروت کے پاس مال پڑے رہیں گے یا وہ غیر پیداواری سرگرمیوں میں صرف ہو جائیں گے اور معاشرے کے ضرورت مند اس سے مستفید نہیں ہو پائیں گے جو کہ اقتصادی لحاظ سے ملک اور عام افراد کے لئے مضرت کا باعث بنے گا۔ لہذا جلب مصالح، رد مفاسد (سد ذرائع)، عدل اور ازالہ ضرر جیسے شرعی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے غور کی ضرورت ہے۔

• قیمت میں بہت زیادہ کمی واقع ہونے سے دائن پر ضرر واقع ہوتا ہے لہذا فقہی قاعدہ "الضرر يُزال" کے مطابق اس کے ضرر کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ لیکن اس پر یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ اس سے مدین پر بھی ضرر واقع ہو جاتا ہے مذکورہ فقہی قاعدہ کا ایک فرعی قاعدہ یہ کہتا ہے کہ "الضرر لا يُزال بالضرر" یعنی ضرر کا ازالہ ضرر کے ذریعے نہیں کیا جائے گا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ ضرر کا ازالہ اسی طرح یا اس سے شدید نوعیت کے ضرر کے ذریعے ازالہ نہیں کیا جائے گا لیکن اس سے کم نوعیت کے ضرر کے ذریعے ازالہ ممنوع نہیں ہے بلکہ مطلوب ہے جیسے کہ اس کے ایک اور فرعی قاعدہ میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ "الضرر الاشد يُزال بالاخف" <sup>(49)</sup> یعنی شدید ضرر کا ازالہ کم تر ضرر

<sup>(47)</sup> سورہ النساء، آیت (۲۹)۔

<sup>(48)</sup> البخاری، محمد بن اسماعیل، صحيح البخاري، (عطاءات العلم، ۴۱۲/۲۔

<sup>(49)</sup> السيوطي، عبد الرحمن السيوطي، الاشباه والنظائر في قواعد وفروع فقه الشافعية، (دار الكتاب العربي، طبع اول، ۱۴۰۶ھ)، ۸۷۔

کے ذریعے کیا جائے گا۔ افراط زر کی صورت میں قیمت ادا کرنے سے دائن کے ضرر میں تخفیف ہوتی ہے کیونکہ ضرر صرف ایک فریق کو برداشت کرنا نہیں پڑتا بلکہ فریقین میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔

اس ضمن میں مجمع الفقہ الاسلامی کے زیر اہتمام ( الندوة الفقہیة الاقتصادية لدراسة قضايا التضخم) 1999ء کے سفارشات کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ (التوصيات والمقترحات):

أولاً - تأكيد العمل بالقرار السابق رقم ٤٢ (٤ / ٥) في غير حالات التضخم، ونصه: "العبارة في وفاء الديون الثابتة بعملة ما، هي بالمثل وليس بالقيمة؛ لأن الديون تقضى بأمثالها، فلا يجوز ربط الديون الثابتة في الذمة، أيا كان مصدرها بمستوى الأسعار".  
وأما في حالات التضخم فيطبق ما يلي:

ثانياً - مدى اعتبار التضخم مؤثراً في الديون الآجلة:

أ- إذا كان التضخم عند التعاقد (ثبوت الحق في الذمة) متوقعاً فإنه لا يترتب عليه أي تأثير في تعديل الديون الآجلة، فيكون وفاؤها بالمثل وليس بالقيمة. وذلك لحصول التراضي ضمناً بنتائج التضخم، ولما في ذلك من استقرار التعامل.

ثالثاً - إن كان التضخم عند التعاقد غير متوقع الحدوث وحدث، فإما أن يكون وقت السداد كثيراً أو يسيراً، وضابط التضخم الكثير أن يبلغ ثلث مقدار الدين الآجل:

أ- إذا كان التضخم يسيراً فإنه لا يعتبر مسوغاً لتعديل الديون الآجلة؛ لأن الأصل وفاء الديون بأمثالها، واليسير في نظائر ذلك من الجهالة أو الغرر أو الغبن مغتفر شرعاً.

ب- وإذا كان التضخم كثيراً، فإن وفاء الدين الآجل حينئذ بالمثل (صورة) يلحق ضرراً كثيراً بالدائن يجب رفعه، تطبيقاً للقاعدة الكلية (الضرر يزال) والحل لمعالجة ذلك (فيما عدا الحسابات الجارية) هو اللجوء إلى:

الصلح: وذلك باتفاق الطرفين - عند سداد الدين الآجل فيما عدا الحسابات الجارية - على توزيع الفرق الناشئ عن التضخم بين المدين والدائن بأي نسبة يتراضيان عليها.....

خامساً - إذا تعذر الصلح بين الدائن والمدين لتحديد ما يتحمله كل منهما من الفرق الناشئ عن التضخم، فإنه يصار إلى إحدى هاتين الوسيلتين:

١- التحكيم: وهو اتفاق طرفي خصومة معينة على تولية من يفصل في منازعة بينهما بحكم ملزم يطبق الشريعة الإسلامية، هو مشروع سواء أكان بين الأفراد أم في مجال المنازعات الدولية. وقد صدر في شأن التحكيم قرار المجمع رقم ٩١ (٨ / ٩)

٢- القضاء: وذلك برفع أحد الطرفين الأمر إلى القضاء، فينظر القاضي في مقدار الضرر الواقع على الدائن (فرق التضخم) ويحدد ما يتحمله المدين على نحو ما قيل في الصلح.  
ولا ينبغي لأحدهما التعنت برفض اللجوء إلى إحدى الوسائل السابقة.

والقول بتعديل الديون الآجلة بسبب التضخم الكثير، وجعل الثلث حد الكثرة يستند إلى عموماً نصوص الكتاب والسنة الأمرة بالعدل والإنصاف والنهاية عن الظلم. ويستأنس لذلك

بقاعدة (وضع الجوائح) الثابتة في السنة الصحيحة، وبأساس التعويض عن العيب بناء على قاعدة الجوابر، باعتبار أن التغير الكبير في القوة الشرائية للعملة عيب يستوجب جبر النقص، وبمبدأ (المظالم المشتركة)، وهي النوائب التي تنزل بواحد ممن يجمعهم وصف مشترك فيتم تحميلها بالعدل على المشتركين".

ترجمہ: (سفارشات اور تجاویز:

- اول: افراط زر کے علاوہ دیگر صورتوں میں سابقہ قرارداد نمبر ۴۲ (۵/۴) پر عمل کرنے کی تاکید کی جاتی ہے جس کا متن یہ ہے کہ "ایک مخصوص کرنسی میں طے شدہ (ثابت) قرضہ جات کی ادائیگی مثل میں کی جائے گی قیمت میں نہیں، کیونکہ قرض کی ادائیگی مثل میں کی جاتی ہے، لہذا ذمہ میں ثابت دین جس کا ذریعہ جو بھی ہو قیمتوں کی سطح (اشاریہ) سے جوڑنا جائز نہیں ہے۔" جہاں تک افراط زر کی صورت کا تعلق ہے اس کے لئے درج ذیل اقدامات کئے جائیں:
- دوم: مؤجل ادائیگیوں پر افراط زر کے مؤثر ہونے کی حد:
  - اگر عقد کے وقت افراط زر متوقع تھی تو مؤجل ادائیگیوں پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا اور قرض مثل کی صورت میں ادا کیا جائے گا نہ کہ قیمت کے مطابق، کیونکہ افراط زر کے نتائج کے ضمن میں باہم رضامند ہیں، اور اس پر (لوگوں کے ہاں) لین دین کا تعامل مستحکم طور پر چل رہا ہے۔
  - سوم: اگر معاہدے کے وقت افراط زر ہونا غیر متوقع تھا، اور بعد میں افراط زر واقع ہو گیا تو مؤجل قرض کی ادائیگی کے وقت افراط زر زیادہ ہو گیا کم ہوگا۔ افراط زر کی کثرت کا پیمانہ مؤجل قرض کا ٹلٹ ہے۔
  - (الف) اگر افراط زر معمولی ہو تو مؤجل قرضہ جات میں تبدیلی کا جواز نہیں بنتا، کیونکہ اصل یہ ہے کہ قرض مثل کے مطابق ادا کیا جائے، اور معمولی نوعیت کی جہالت، غرر اور غبن شرعی طور پر معاف ہیں۔
  - (ب) اگر افراط زر زیادہ ہے تو مؤجل قرض کی ادائیگی مثل (صوری) میں کرنے کی صورت میں قرض دہندہ کو بہت زیادہ ضرر لاحق ہو جاتا ہے جس کا قاعدہ کلیہ (الضرر یزال) کے تحت ازالہ ضروری ہے۔ (کرنٹ اکاؤنٹ کے علاوہ دیگر قرضہ جات) میں اس مسئلہ کے حل کے لئے درج ذیل طریقہ کار اپنایا جائے۔
  - صلح: (کرنٹ اکاؤنٹ کے علاوہ دیگر) مؤجل ادائیگیوں میں ادائیگی کے وقت افراط زر کی وجہ سے پیدا ہونے والے فرق کو فریقین باہمی رضامندی سے کسی متفقہ تناسب پر آپس میں تقسیم کرے۔۔۔۔۔
  - پنجم: اگر دین اور مدین کے مابین افراط زر کے فرق (خسارہ) کی مقدار باہم تقسیم کرنے پر مصالحت ممکن نہ ہو تو درج ذیل میں سے کسی ایک طریقہ کار کو اپنایا جائے۔
  - ۱۔ ثالثی: یہ ہے کہ تنازعہ کے فریقین باہمی اتفاق سے کسی تیسرے شخص کو شریعت کے مطابق تنازعہ کے فیصلہ کے لئے منتخب کرتے ہیں جس کا فیصلہ ماننے کا فریقین پابند ہوتے ہیں۔ ثالثی کا طریقہ کار افراد اور بین الاقوامی دونوں نوعیت کے تنازعات میں جائز ہے۔ اس کے متعلق مجمع الفقہ الاسلامی کی قرارداد نمبر ۹۱ (۹/۸) جاری ہو چکا ہے۔

۲۔ عدالتی کارروائی: فریقین میں سے ایک معاملہ عدالت میں پیش کرے اور قاضی دائن کے نقصان کی مقدار (افراط زر کا فرق) کی جانچ پڑتال کر کے مدین کی طرف سے نقصان برداشت کرنے کی مقدار کا تعین کرے گا۔ جس طرح صلح کی صورت میں کبھی گئی ہے۔

فریقین میں سے کسی ایک کو بھی درج بالا طریقہ کار میں سے ایک کو اختیار کرتے ہوئے معاملہ سلجھانے سے انکار کرنا مناسب نہیں ہے۔

افراط زر زیادہ ہونے کی صورت میں سے مؤجل ادائیگیوں میں تبدیلی کرنے اور کثرت کے لئے حد ثلث مقرر کرنے کی بنیاد کتاب و سنت کے وہ عمومی نصوص ہیں جن میں عدل و انصاف اور ظلم سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ اس رائے کے لئے وضع الجوائح کے قاعدے سے بھی استنباس کیا جاسکتا ہے جو کہ صحیح سنت سے ثابت ہے۔ علاوہ ازیں اس کی اساس قاعدة الجوابر (نقص پورا کرنا) بھی ہے جس کی رو سے عیب کی وجہ سے پیدا ہونے والے نقص کی تعویض وصول کی جاتی ہے۔ کرنسی نوٹ کی قوت خرید میں نمایاں تبدیل رونما ہونا عیب ہے جس کی تلافی ضروری ہے۔ نیز اس رائے کی تائید کے لئے المظالم المشتركة کا اصول بھی پیش نظر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک گروہ جو کسی وصف مشترک کی وجہ سے باہم جڑے ہوئے ہیں، اس گروہ میں سے کسی ایک پر آفت آجائے تو اس میں شامل تمام افراد عدل کے ساتھ اس کو باہم برداشت کرتے ہیں۔<sup>(50)</sup>

افراط زر غیر متوقع ہو جس سے دائن کو بہت زیادہ ضرر لاحق ہو جائے اور عام طور پر عرف و عادت میں اس طرح کی کمی کی صورت حال میں لوگ مسامحت اور درگزر سے کام نہ لیتے ہوں اور ایسے نقص کو برداشت نہیں کیا جاتا ہو تو اس صورت میں مدین کو قیمت ادا کرنا ہوگا۔ افراط زر میں کثرت کا معیار ثلث کو قرار دینا نسبی معلوم ہوتا ہے۔ لہذا کثرت کا معیار عرف و عادت کو قرار دینا زیادہ موزون لگتا ہے۔ عرف مختلف اور غیر منضبط ہونے کی صورت میں عدالت یا ثالثی کے ذریعے تغیر کی نسبت طے کئے جائیں اور اس حوالے سے مالیاتی اور اقتصادی امور کے ماہرین کی بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ اور عدالتی یا ثالثی فیصلوں کی روشنی میں مؤجل ادائیگی کی جائے۔

مذکورہ بالا بحث اس صورت حال کے حوالے سے ہے جب افراط زر کی وجہ سے مؤجل ادائیگی کے بارے میں فریقین کے مابین اختلاف اور تنازعہ کھڑا ہو جائے۔ اس کے برعکس اگر مدین ادائیگی کے وقت رضا کارانہ طور پر افراط زر کے فرق (خسارہ) کو پورا کرے یا بطور احسان اضافہ ادا کر دے تو یہ مستحسن امر ہے جس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے اونٹ لیا ہوا تھا۔ وہ شخص اس کا مطالبہ کرنے آیا تو آپ ﷺ کے پاس اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ موجود تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا

"أَعْطُوهُ، فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً"<sup>(51)</sup>

(اس کو بہتر اونٹ دے دو کیونکہ لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو قرض کو احسن انداز میں ادا کرے۔ (واللہ اعلم بالصواب))

نتائج و سفارشات:

<sup>(50)</sup> مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، العدد ۱۲، جزء ۴۲، ۲۸۵-۲۸۸۔

<sup>(51)</sup> البخاری، صحیح البخاری، رقم الحدیث، (۲۳۰۶)، ۳۷۰/۲۔

- ۱۔ دینار و درہم سونے اور چاندی کے سکے ہیں ان کی قیمت میں کمی پیشی ہونے کی صورت میں زیادہ فرق نہیں پڑتا اور نتیجہً مؤجل ادا بیگیوں پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا کیونکہ ان کرنسیوں کی بطور سونا اور چاندی ذاتی قیمت بھی ہے جبکہ موجودہ کاغذی کرنسی قانونی زر ہے اور اس کی قدر قوت خرید ہے۔ لہذا قوت خرید میں بہت زیادہ تغیر واقع ہو جائے تو مؤجل ادا بیگیوں میں قیمت ادا کرنا قرین انصاف معلوم ہوتا ہے۔
- ۲۔ معمولی نوعیت کے افراط زر میں مؤجل ادا بیگیوں پر اثر مرتب نہیں ہوتے کیونکہ اکثر لین دین تھوڑی بہت کمی بیشی سے خالی نہیں ہوتے اس لئے عام طور پر لوگ ان میں درگزی سے کام لیتے ہیں۔ لہذا اس میں کثرت و قلت کے تعین میں عرف و عادت کا اعتبار کیا جائے۔
- ۳۔ افراط زر کی صورت میں قیمت کے تعین کے لئے اشاریہ (Price Index) کے ساتھ مربوط کرنا شرعاً درست نہیں ہے کیونکہ اشاریہ تخمینی ہے۔
- ۴۔ افراط زر کی شکل میں کرنسیوں کی قوت خرید میں واضح فرق واقع ہونا ایک مسلمہ امر ہے لیکن مؤجل ادا بیگیوں کے وقت قیمت کا تعین شرعی طور پر پر موجودہ اشاریہ (Price Index) کے ذریعے کرنا درست نہیں ہے لہذا اقتصادی اور شرعی و قانونی ماہرین پر مشتمل ٹیم اس کے لئے موزوں حل تلاش کرے، یا موجودہ اشاریہ بندی میں موجود خامیوں کو دور کرنے پر غور کرے۔
- ۵۔ افراط زر کا تعین حکومت یا ایسے نجی اداروں کے تحت کیا جائے جن کے پاس اقتصادی و شرعی و قانونی ماہرین کے علاوہ مادی وسائل بھی دستیاب ہوں۔ یہ کام افراد یا انفرادی طور پر نہ کیا جائے تاکہ اختلاف و انتشار اور مفاسد کا پیشہ خیمہ نہ بنے۔
- ۶۔ افراط زر کی بنیاد پر کرنسی کی قیمت کے تعین کے لئے ایک مضبوط طریقہ کار / پیمانہ وضع کیا جائے جو اس حوالے سے متوقع طور پر پیدا ہونے والے مفاسد کا سد باب کیا جاسکے۔
- ۷۔ افراط زر کی وجہ سے مؤجل ادا بیگیوں میں اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں قیمت کے تعین فریقین باہمی رضامندی سے صلح کے ذریعے کر کے نقصانات کو باہم تقسیم کرے۔ باہم متفق نہ ہو تو ثالثی اور عدالت کے ذریعے معاملات کو نمٹایا جائے۔ جیسا کہ مجمع فقہ الاسلامی نے اپنی سفارشات میں تجویز پیش کی ہے۔
- ۸۔ صلح اور ثالثی یا عدالتی کارروائی ہر دو صورت میں اقتصادی و شرعی ماہرین کی مدد و رہنمائی حاصل کی جائے تاکہ عدل و انصاف کے ساتھ مؤجل ادا بیگی ممکن بنایا جائے۔

### **List of Sources in Roman Script**

Al-Quran Al-Kareem

Al-Bahouti, Mansur bin Yunus bin Idris. Kashaf al-Qina‘ ‘an Matn al-Iqna‘. Riyadh: Maktabah al-Nasr al-Hadithah, n.d., 3:315.

Al-Dasuqi, Muhammad bin Ahmad bin ‘Urfa Al-Maliki. Hashiyat al-Dasuqi ‘ala al-Sharh al-Kabir. Beirut: Dar al-Fikr, n.d., 3:45.

Ali, Dr. Moulana Ismatullah. Mas’alah al-Zar: Dirasah Tahqiqiyyah Shar‘iyyah. Karachi: Idarat al-Ma‘arif, September 2009, 296ff.

Alish, Muhammad. Manh al-Jalil Sharh Mukhtasar Khalil. Beirut: Dar al-Fikr, 1st ed., 1984–1404 AH, 4:531.

Al-Jaid, Sattar bin Thawab. Ahkam al-Awraq al-Naqdiyyah wal-Tijariyyah fi al-Fiqh al-Islami. Master’s thesis, Umm al-Qura University, 1406 AH, 497ff.

Al-Jasir, Sultan bin Muhammad. Al-Awraq al-Naqdiyyah: Dirasah Fiqhiyyah. Riyadh: Umm al-Qura University, 1429 AH, 225–228; Majallat Majma‘ al-Fiqh al-Islami, no. 12, part 4:285–288.

Al-Kasani, Abd al-Karim. Bada’i‘ al-Sana’i‘ fi Tartib al-Shara’i‘. 5:242.

Al-Kharshi, Abu Abdullah Muhammad bin Abdullah Al-Kharshi Al-Maliki. Sharh al-Kharshi ‘ala Mukhtasar Khalil. Cairo: Matba‘ah al-Kubra al-Amiriyyah Bulak, 2nd ed., 1317 AH, 5:101.

Almarzouqi, Dr. Nasih bin Nasih Almarzouqi Al-Baqmi. Dhawabit al-Naqd fi al-Islam. Al-Majallah al-‘Ilmiyyah li Qita‘ Kulliyat al-Tijarah, no. 13 (January 2015): 256.

Al-Mawsu‘ah al-Fiqhiyyah al-Kuwaitiyyah. Kuwait: Ministry of Awqaf wa Shu’un Islamiya, 2nd ed., 1427 AH, 41:176, 195–196.

Al-Muslih, Khalid bin Abdullah. Al-Tasakhum al-Naqdi fi al-Fiqh al-Islami. www.almosleh.com, 82ff.

Al-Nuwawi, Abu Zakariya Muhiyyi al-Din Yahya bin Sharaf al-Din. Rawdat al-Talibin wa ‘Umdat al-Muftin. Beirut Damascus-Amman: Al-Maktab al-Islami, 3rd ed., 1991, 3:367.

Al-Ramli, Shams al-Din Muhammad bin Abi al-‘Abbas Ahmad bin Hamza Shihab al-Din Al-Ramli. Nihayat al-Muhtaj ila Sharh al-Minhaj. Beirut: Dar al-Fikr, 1984–1404 AH, 3:112.

- Al-Roubi, Dr. Nabil. Nazriyat al-Tadakhum. Alexandria: Mu'assasat al-Thaqafah al-Jami'iyyah, 2nd ed., 12.
- Al-Sarkhasi, Muhammad bin Ahmad bin Abi Sahl, Shams al-A'immah. Al-Mabsut. Beirut, Lebanon: n.p., 14:30.
- Al-Suyuti, Abd al-Rahman bin Dhi'bi Bakr, Jalal al-Din Al-Suyuti. Al-Hawi lil-Fatwa. Beirut-Lebanon: Dar al-Fikr, 2004, 1:114–115.
- Al-Tamritashi, Shams al-Din Muhammad bin Abdullah bin Ahmad. Badh al-Majhud fi Tahrir As'ilat Taghyir al-Naqud. Jerusalem: University of Al-Quds, 1st ed., 1422 AH/2001, 55.
- Al-Wazni, Dr. Khalid, and Al-Rifai, Dr. Ahmed. Mabadi' al-Iqtisad al-Kulli bayn al-Nazariyyah wal-Tatbiq. Dar Wa'il, 3rd ed., 1999, 256.
- Al-Zarqa, Sheikh Ahmad. Sharh al-Qawa'id al-Fiqhiyyah. Dar al-Maghrib al-Islami, 1st ed., 1403 AH, 174.
- Al-Zurqani, Abd al-Baqi bin Yusuf bin Ahmad Al-Zurqani Al-Misri. Sharh al-Zurqani 'ala Mukhtasar Khalil. Beirut: Dar al Kutub al-'Ilmiyyah, 1st ed., 2002, 5:107.
- Daghi, Ali al-Qarah. Qaidah al-Mithli wal-Qaymi fi al-Fiqh al-Islami. 1st ed., 1413 AH, 235.
- Dawood, Hail Abdulhafiz Yousuf. Taghyir al-Qimah al-Shar'iyyah lil-Naqud al-Waraqiiyyah. International Institute for Islamic Thought, 1st ed., 1999, 298.
- Hekal, Dr. Abdulaziz. Mawsu'ah al-Mustalahat al-Iqtisadiyah wa al-Ihsa'iyah. Lebanon: Dar al-Nahdah al-'Arabiyyah, 2nd ed., 1406 AH, 673, 850.
- Ibn Abidin, Muhammad Amin bin Umar bin Abd al-'Aziz Abidin Al-Dimashqi. Radd al-Muhtar 'ala al-Dur al-Mukhtar. Cairo: Sharikat Maktabah wa Matba'ah Mustafa al-Babi al-Halabi wa Awladuh, 2nd ed., 1966, 4:533.
- Ibn Abidin. Tanbih al-Ruqood 'ala Masail al-Naqud. Istanbul: Dar Sa'adat, 1907, 60.
- Ibn Faris, Ahmad bin Faris bin Zakariya Al-Qazwini Al-Razi, Abu al-Husain. Mujam Maqayis al-Lughah. Beirut: Dar al-Fikr, 1399 AH, 5:101.
- Ibn Najim, Zain al-Din bin Ibrahim bin Muhammad, al-Ma'ruf bi Ibn Najim al-Misri. Al-Bahr al-Raiq Sharh Kanz al-Daqa'iq. 2nd ed., Dar al-Kitab al-Islami, 6:220.



Ibn Rushed, Abu Walid Muhammad bin Ahmad bin Rushed al-Qurtubi. Al-Bayan wal-Tahsil wal-Sharh wal-Tawjih wal Ta'leel li Masail al-Mustakhraja. Beirut, Lebanon: Dar al-Gharb al-Islami, 2nd ed., 1408 AH/1988, 6:477.

Khalil, Dr. Sami. Al-Nazariyyat wal-Siyasat al-Naqdiyyah. Kuwait: Sharikat Kazmah, 1st ed., 1982, 621.

Maji, Majd Ahmad. Fatawa Mustafa al-Zarqa. Damascus: Dar al-Qalam, 1st ed., 1420 AH, 630.

Muhammad bin Ali. Muqaddimah fi al-Naqud wal-Bunuk. Jeddah: Maktabah Dar Jeddah, 1st ed., 1417 AH, 293ff.

Othmani, Mufti Taqi. Fiqhi Maqalat. Karachi: Maiman Islamic Publishers, 1994, 1:49.

Othmani, Mufti Taqi. Islam aur Jadeed Ma'eeshat wa Tijarat. Karachi: Idarat al-Ma'arif, 108.

Sayyid Sabiq. Fiqh al-Sunnah. Beirut, Lebanon: Dar al-Kitab al-'Arabi, 3rd ed., 1397 AH/1977, 3:130.